امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 10 | اپریل 2021ء بمطابق شعبان المعظم، رمضان 1442ھ | شمارہ 2

کابل ادارے کے ہاتھ عام شہریوں کا مسلسل قتل عام اور دنیا کی دردناک خاموشی

- دوحہ معاہدہ اور امارت اسلامیہ کی کامیابیاں
- امریکا کے لیے معاہدہ توڑنے کے نقصانات اور فوائد
- معاہدے سے روگردانی کے خطے پر منفی اثرات

ہم کسی بھی بیرونی قوت کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ وہ ہمارے نظام کا تعین کرے۔ دوحہ معاہدے پر امریکا دستخط کر چکا ہے، اسے بہرحال نکلنا ہو گا۔

شیر محمد عباس ستانکزئی

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللّٰهُمَّ من ولي من أمر أمتي شيئاً فشق عليهم فاشقق عليه، ومن ولي من أمر أمتي شيئاً فرفق بهم فارفق به، رواه مسلم.

امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص میری امت کے معاملات کا ذمہ دار بنے اور پھر وہ لوگوں کو پریشانیوں اور مشقتوں میں مبتلا کر دے تو اے خدا! تو بھی اس کی زندگی تنگ کر دے، اور جو شخص میری امت کے معاملات کا والی بنے اور پھر لوگوں سے محبت و شفقت سے پیش آئے تو اے خدا! تو بھی اس پر رحم فرما۔"

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد10/ اپریل 2021ء/شعبان، رمضان 1442ھ/ شمارہ 2

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ	50	روپے
سالانہ	500	روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

- کابل ادارے کے ہاتھ عام شہریوں کا مسلسل قتل عام اور دنیا کی دردناک خاموشی — 2
- دوحہ معاہدے سے حاصل ہونے والے کچھ نمایاں مقاصد و فوائد — 3
- ڈاکٹر محمد نعیم کی گفتگو — 4
- ملا عبدالغنی برادر اخند کی گفتگو — 10
- جناب شیر محمد عباس ستانکزئی کی ماسکو کانفرنس میں صاف صاف باتیں — 12
- شیخ عبدالحکیم صاحب کی روس میں منعقدہ افغان کانفرنس سے گفتگو — 16
- مولوی امیر خان متقی کی اجلاس سے گفتگو — 18
- دوحہ معاہدے پر نظر ثانی کی بجائے اس پر عمل درآمد کی کوشش ہونی چاہیے۔ — 21
- امریکا کے لیے معاہدہ توڑنے کے نقصانات اور فوائد — 24
- دوحہ معاہدہ اور امارت اسلامیہ کی کامیابیاں — 26
- شاہراہوں پر سانحات کا المیہ — 28
- دھوکہ دہی اور خیانت سے احتراز لازم ہے۔ — 29
- کمانڈر عزیز خان شہید کی حیات اور خدمات پر ایک نظر — 31
- اسلامی تاریخ میں کفار سے ہونے والے معاہدے — 34
- سیاسی دفتر قطر میں امارت اسلامیہ کی ملاقاتیں اور سیاسی سرگرمیاں — 37
- ہفتہ وار پریس بریفنگ — 38
- افغانستان مارچ 2021 میں — 40
- جنگی جرائم مارچ 2021 میں — 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazin
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

ادار یہ !

کابل ادارے کے ہاتھ عام شہریوں کا مسلسل قتل عام اور دنیا کی دردناک خاموشی

افغان قوم اور پوری باخبر دنیا کے علم میں ہے کہ گزشتہ چند مہینوں سے غاصب امریکی فوج کے تعاون سے کابل ادارے کے غلام مسلح افراد نے وطن عزیز میں مظلوم عوام پر چھاپہ مار کارروائیوں اور بمباریوں پر جتنا زور دیا ہے اور اس کے نتیجے میں جو عام شہری شہید ہو رہے ہیں شائد اس کی مثال گزشتہ 19 سال میں نہ ملے۔

آج تین اپریل کو یہ چند سطور لکھتے ہوئے ملک کے بااعتماد نشریاتی اداروں کی جانب سے شائع شدہ رپورٹس میں پڑھ رہا ہوں کہ گزشتہ دو ہفتوں میں امریکی فوج کے تعاون سے کٹھ پتلی فوج نے مظلوم عوام پر 52 چھاپہ مار کارروائیوں اور بمباریوں میں خواتین، بوڑھوں، علماء اور بچوں سمیت 67 شہریوں کو زخمی اور 94 کو شہید کر دیا ہے۔

عام شہریوں کے اس قتل عام کے زیادہ تر واقعات جنہیں سوشل میڈیا کے ہوتے ہوئے پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا تو مجبوراً ملکی اور غیر ملکی میڈیا پر ان کی خبریں نشر کی جاتی ہیں جس کی بدولت دنیا کو افغانستان میں روا رکھی جانے والی اس وحشت کا پتہ چل جاتا ہے لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ پوری مہذب دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور اس وحشت کے بارے میں نہ عالمی دنیا کی جانب سے کوئی موقف سامنے آتا ہے اور نہ ہی عالمی ذمہ دار اداروں کی جانب سے کوئی ری ایکشن دکھائی دیتا ہے۔

جی ہاں پوری دنیا خاموش ہے، صرف مظلوم افغان قوم ہے جو اس وحشت اور قتل عام کے سامنے کھڑی ہے، کٹھ پتلی ادارے سے نفرت کا اظہار کرتی ہے، وحشی کارروائیوں اور واقعات کے بعد مظاہرے کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے ساتھ علی الاعلان اپنی ہمدردی اور تعاون کا اظہار کرتے ہیں۔

شہریوں کے ساتھ ساتھ ملکی چینلز میں کی جانے والی ٹاک شوز اور گول میز کانفرنسز میں تمام غیر جانب دار تجزیہ نگار کابل ادارے پر پہلے سے زیادہ غصہ اور معترض ہیں، وہ واشگاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ ان تمام تر حملوں اور بمباریوں میں لوگوں کے گھر، مدارس، سکولز، علاج کے مراکز، بازار اور مساجد جلا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ صرف عام شہری ہی نشانہ بنتے ہیں جن میں بوڑھے، بچے، خواتین، مدارس اور سکولز کے طالب علم اور اساتذہ شامل ہوتے ہیں۔ امریکیوں کے کاسہ لیس غلاموں کو امارت اسلامیہ کی عسکری اور سیاسی کامیابیاں ہضم نہیں ہو رہی ہیں اس لئے وہ اپنی شکست کا بدلہ افغان شہریوں سے لے رہے ہیں اور راتوں کو گھروں پر چھاپے مار کر بچوں، بڑوں، خواتین اور بوڑھوں کو بلا امتیاز بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر رہے ہیں اور صبح اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے اتنے اتنے طالبان کو مار دیا ہے۔ حالانکہ ان کی ہر رات کی جانے والی کارروائی کے بعد صبح لوگ ان کے خلاف مظاہرے کرتے ہیں، شہید ہونے والوں کی لاشیں بازاروں اور سڑکوں پہ لا کر رکھ دیتے ہیں لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، زیادہ سے کچھ کہیں تو یہ کہ ہم تحقیقات کریں گے اور بس۔

کابل ادارے کے حکمران ابھی بھی اپنے طول اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہیں، جو کہ اس ادارے کی بڑی حماقت ہے۔ کابل ادارے کی ساکھ اب خاک میں مل چکی ہے۔ اب ہزار کوششوں کے باوجود اپنے فوجیوں کے گرتے ہوئے مورال کو بلند نہیں کر سکے گا۔ گزشتہ چند مہینوں میں غلام آرمی کی صفوں میں سے ہزاروں فوجی بھاگ گئے ہیں، فوجیوں کی فرار کابل ادارے اور ان کی تربیت کنندہ امریکہ کے لئے بہت بڑے نقصان اور خطرے کی بات ہے۔

طالبان کی کامیاب پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بجا ہے کہ مستقبل قریب میں یہ تعداد مزید بڑھ کر کٹھ پتلی ادارہ کرایہ کے اس فوج سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

عجیب بات یہ ہے کہ وہ مغربی دنیا جو خود کو انسانی حقوق کی علمبردار سمجھتی ہے اور اپنے ممالک میں بدامنی کے ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آنے پر پوری دنیا کو سر پر اٹھا لیتے ہیں لیکن یہاں اس قدر بڑی وحشت پر نہ صرف یہ کہ خاموش ہے بلکہ مالی اور سیاسی تائید کی وجہ سے اس وحشت میں ایک طرح سے شریک بھی ہیں۔

مغرب کی دردناک خاموشی سے زیادہ قابل صد افسوس اقوام متحدہ کی خاموشی ہے۔

آپ دیکھیں 2002 میں اقوام متحدہ نے افغانستان میں ملکی نقصانات کو روکنے اور دیگر انسانی حقوق کی پاسداری کے لئے (یوناما) کے نام سے دفتر قائم کیا، اگرچہ اس دفتر سے وقتاً فوقتاً اس حوالے سے آواز اٹھائی گئی ہے، رپورٹس بھی شائع کئے لیکن افسوس کہ اقوام متحدہ کے یہ رپورٹس غیر جانبداری پر مبنی نہیں ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ملکی نقصانات کو روکنے پر توجہ دی گئی ہے اور نہ اس حوالے سے کوئی عملی قدم اٹھایا گیا ہے۔

اقوام متحدہ اور خصوصاً سلامتی کونسل کو چاہئے کہ اب امریکی دباؤ سے باہر نکل کر اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے نبھائے اور افغانستان میں ملکی نقصانات کی روک تھام کی خاطر کابل ادارے کے حکمرانوں کے خلاف مضبوط اقدامات کرے

ہم پوری مہذب دنیا سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس وحشت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی اپنی حکومت پر دباؤ ڈالیں تاکہ امریکہ کی حمایت اور کٹھ پتلی ادارے کی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لے اور افغانوں کو اپنے فیصلے اپنے ہاتھ سے لکھنے کے لئے آزاد چھوڑ دے۔

دوحہ معاہدے سے حاصل ہونے والے

کچھ نمایاں مقاصد وفوائد

تحریر: رحمت اللہ نریوال

دوحہ معاہدے کا مقصد افغانوں سے چھینی گئی آزادی و حریت دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ جارحیت کا خاتمہ، اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ اور ملک سے بدامنی وانار کی کا خاتمہ کرنا ہے۔ معاہدے کے نفاذ سے یہ تمام اہداف بہ آسانی حاصل کیے جاسکتے ہیں اور دو مہینے بعد تمام غاصب قوتوں کے افغانستان سے نکلنے کے بعد افغانستان ایک آزاد و خود مختار ملک بن جائے گا اور افغانوں کے توقعات کے عین مطابق یہاں ایک اسلامی نظام کا قیام ممکن ہو سکے گا ان شاءاللہ۔ لیکن اگر امریکا دوحہ معاہدہ ختم کرتا ہے تو اپنا نقصان کرے گا کسی دوسرے کا نقصان نہیں کر سکتا، دنیا کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ امریکا اپنے ہی معاہدے کی پاسداری نہیں کرتا، اس کے برعکس اسلامی اصولوں کے تحت جب طالبان نے معاہدے کی پاسداری کی تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ امارت اسلامیہ امن کا طلب گار ہے۔ اس کے علاوہ معاہدے سے طالبان نے چند ایسے اہداف حاصل کیے جو معاہدے کے بغیر حاصل نہیں کیے جاسکتے تھے۔ جنہیں ذیل میں تفصیل وار بیان کیا جارہا ہے۔

1 معاہدے ہی کی وجہ سے مجاہدین کے پانچ ہزار قیدی دشمن کے جیل سے رہائی پاچکے ہیں۔

2 ملک کے وہ باشندے جو ہر روز بمباریوں، حملوں، چھاپوں اور وحشتناک آپریشنز سے متاثر تھے وہ معاہدے ہی کی وجہ سے محفوظ ہوگئے۔

3 گذشتہ ایک سال کے دوران 13651 افراد کابل ادارے کی ملازمت چھوڑ کر امارت اسلامیہ کے صف میں داخل ہوگئے۔

4 امریکا سمیت پوری دنیا نے طالبان کو باقاعدہ نظام کی حیثیت سے پہچانا، بہت سے ممالک نے ان کے ساتھ روابط قائم کیے اور بہت سے دیگر ممالک روابط قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

5 اگرچہ طالبان نے معاہدے کی پاسداری کی وجہ سے بڑے شہروں پر حملے روک دیے لیکن مظلوم شہریوں کو ان اہلکاروں کے ظلم و وحشت سے بچالیا جنہوں نے مختلف اضلاع میں بھتہ خوری اور ظلم کے لیے چیک پوسٹیں قائم کی ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے طالبان کی حاکمیت وسیع ہوگئی اور کابل ادارے کا دائرہ کار مزید تنگ ہوگیا۔ مثلاً صوبہ قندہار کے ضلع ارغسان میں معاہدے سے قبل سینکڑوں چیک پوسٹیں تھیں مگر معاہدے کے بعد ضلعی ہیڈ کوارٹر سمیت تمام چیک پوسٹ طالبان کے قبضے میں آگئے۔ ایک چیک پوسٹ ہے جو اب تک کابل انتظامیہ کے قبضے میں ہے۔

6 دوحہ معاہدے کے بعد ملک کی سیاسی صورت حال طالبان کے مفاد میں ہے۔ وہ لوگ جو طالبان کو دہشت گرد کہتے تھے اب وہ بھی طالبان کے موقف کا دفاع کر رہے ہیں اور ملک کی آزادی و حریت کے لیے آواز بلند کر رہے ہیں۔

7 معاہدے سے قبل افغانستان میں غاصب افواج کی تعداد 13000 تھی معاہدے کے بعد یہ تعداد کم ہو کر 2500 تک آگئی، امید ہے اگلے دو ماہ میں بقیہ افواج بھی اپنے اپنے ملکوں کو لوٹ جائیں گے۔

●><●><●

بیرونی قوتیں افغانستان سے نکل جائیں، اسلامی نظام نافذ ہو، مسئلہ حل ہے۔

ہم پر یہ الزام غلط ہے کہ ہم تشدد کے حامی ہیں، ہم اپنی دفاع اور اپنے اقدار کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے قطر دفتر کے ترجمان ڈاکٹر محمد نعیم کی ترکی سے آپریٹ ہونے والے مصری ٹی وی سے گفتگو

سوال: سب سے پہلے ہم جاننا چاہیں گے کہ افغانستان کے حالات کس نہج پر ہیں اور انتشار کی یہ فضاء کیوں قائم ہے، اس کے پس پردہ عوامل کیا ہیں؟

جواب: آپ جانتے ہیں کہ افغانستان گذشتہ دہائیوں سے مسلسل استعمار کے قبضے میں ہے۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جس شہر اور ملک پر استعمار قابض ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ استعمار سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، نفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ اس سے جان چھڑانے کے لئے دفاعی مورچہ سنبھالتے ہیں اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ جنگ کی صورت میں ہر طرف مسائل اور مشکلات ہوتے ہیں ۔انتشار ہوتا ہے۔ اس لیے امارتِ اسلامیہ اصرار کرتی ہے کہ بیرونی افواج یہاں سے جلد از جلد انخلاء کریں اور افغانستان کو مکمل آزادی اور حریت کے لئے چھوڑدیں۔ کیونکہ جارحیت ہی جنگ کا سبب بنتی ہے اور جنگ کی وجہ سے پھر پوری فضاء مکدر ہو جاتی ہے اور مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

سوال: کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اس انتشار اور انارکی کے آپ بھی ذمہ دار ہیں؛ کیونکہ افغانستان میں صرف بیرونی افواج تو نہیں ہیں وہاں تو افغان حکومت قائم ہے اور آپ اس سے بھی سدا برسرِپیکار رہتے ہیں؟

جواب: یہ تو بالکل غیر معقول بات ہے کہ آپ اس کو انتشار کا مجرم ٹھہرادیں جو اپنی دفاع کی جنگ لڑتا ہے۔ اپنی حریت اور آزادی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ اپنی اقدار اور روایات کو تحفظ دینا چاہتا ہے اور اس کے مدمقابل آپ اس کو راہِ جواز فراہم کرتے ہیں جو ظلم کرتا ہے۔ ملکوں میں ناجائز گھس جاتا ہے۔ ملکوں اور شہروں کو یرغمال بناتا ہے۔ لوگوں کے جینے اور مرنے کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ اور جس کو آپ افغان حکومت کہہ رہے ہیں یہ تو خود استعمار کی پیداوار ہے۔ پوری دنیا کو پتہ ہے کہ جب امریکا نے افغانستان کو یرغمال بنایا۔ شہر شہر اور بستی بستی پر قبضہ کرڈالا تو اس وقت کابل انتظامیہ کی تشکیل کی۔ یہ انتظامیہ اپنے ذات میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔اس کی اگر کوئی حیثیت ہے بھی تو بس اتنی کہ یہ امریکا اور استعمار کے مفادات کے لیے تشکیل شدہ ایک فورس ہے۔ اس لیے اس ناگفتہ بہ حالت کا ذمہ دار صرف اور صرف امریکا ہے۔ جس نے ظلم کیا ہے۔ تجاوز کیا ہے۔ بے جا اور ناحق مداخلت کی ہے۔

طالبان پر اس کی ذمہ داری ڈالنا بالکل بھی صحیح نہیں ہے جو محض اپنی دفاع کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اپنے ملک کی آزادی، حریت اور استقلال کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں ۔اپنی روایات اور ملی اقدار کا تحفظ چاہتے ہیں۔

سوال: ایسی کیا بات ہوئی کہ سترہ سال لڑنے کے بعد اچانک طالبان اور امریکا مذاکرات کی میز پر جمع ہوگئے اور تمام تر مسائل کو براہ راست مذاکرات کے ذریعہ حل کرنے لگے؟

جواب: ہمارا موقف تو شروع سے یہ تھا کہ جو بھی مسئلہ درپیش ہوا سے مذاکرات کے ذریعہ حل کیا جائے۔ آپ کو یاد ہوگا نائن الیون کے بعد ہم نے باضابطہ طور پر یہی

دعوت دی تھی کہ اگر آپ کو ہمارے متعلق کوئی بدنیتی ہے تو آئیے اسے آپس میں بیٹھ کر بات چیت کے ذریعہ حل کریں۔ مگر افسوس کہ اس وقت ہماری بات نہیں سنی گئی۔ پھر پندرہ یا سترہ سال بعد امریکی حکام کو یہ ادراک ہوا کہ کسی قوم اور وطن کو غصب کرنا ممکن نہیں ہے پھر جب وہ قوم افغان ہو، جس کی غیرت و شجاعت ضرب المثل ہو، اس سے امریکا نے اندازہ لگایا کہ یہ سلسلہ سر ہونے والا نہیں ہے۔ یہاں قدم قدم پر کانٹوں کا سامنا ہے تو انہوں نے مجبور ہو کر مذاکرات کے لئے دستک دی۔ اگرچہ اب پانی سر سے اوپر گزر چکا تھا۔ ابتداء میں اس پیش کش سے فائدہ اٹھایا جاتا تو اس قدر تباہی نہ ہوتی۔ مگر پھر بھی ہم نے وسعتِ ظرفی سے کام لیتے ہوئے مذاکراتی عمل کو قبول کیا۔ یہ سلسلہ اٹھارہ ماہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک چلتا رہا اور پھر آخر میں ہم ایک معاہدہ تک پہنچے اور معاہدے پر دستخط ہو گئے، جس کی بنیاد پر تمام بیرونی افواج افغانستان سے انخلاء کریں گی اور امارتِ اسلامیہ کی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچانے کا اطمینان دلایا گیا۔

سوال: گذشتہ سال جس معاہدے پر انیتس فروری کو دستخط ہوئے۔ جس میں افواج کا انخلاء، قیدیوں کی رہائی، زعماء کا نام بلیک لسٹ سے نکالنا اور دیگر شقیں شامل ہیں۔ آپ بتانا چاہیں گے کہ ان شقوں میں سے کن پر عمل ہوا ہے اور کونسی باقی ہیں؟

جواب: جہاں تک افواج کی تعداد میں کمی ہے اور اڈوں سے انخلاء کا عمل ہے تو وہ تاحال معاہدہ کے مطابق جاری ہے۔ جہاں تک قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ ہے تو اس پر اتفاق یوں ہوا تھا کہ دس دنوں میں پانچ ہزار قیدی رہا ہو جائیں گے جو بدقسمتی سے وقت پر نہ ہو سکا بلکہ قیدیوں کی رہائی کا یہ سلسلہ چھ مہینے تک پھیل گیا جس کی وجہ سے بین الافغان مذاکرات بھی تاخیر کے شکار ہو گئے؛ کیونکہ بین الافغان مذاکرات کے لئے شرط یہی تھی کہ مطلوبہ تعداد میں قیدیوں کی رہائی عمل میں لائی جائے گی تب شروع ہونگے۔ تو رہائی کی تاخیر کا اثر طبعی طور پر مذاکرات پر پڑ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور بات معاہدہ میں یہ طے تھی کہ بین الافغان مذاکرات شروع ہونے کے بعد تین مہینوں کے اندر تمام قیدی رہا ہو جائیں گے۔ مگر یہ مسئلہ بھی تاحال حل نہیں ہوا ہے اور یوں ہی معلق ہے۔ یہ جانب مقابل کی ذمہ داری تھی کہ وہ تمام قیدیوں کو رہا کرتے مگر ابھی تک انہوں نے اس کی پاسداری نہیں کی ہے۔ اسی طرح معاہدہ میں یہ واضح موجود ہے کہ امارتِ اسلامیہ کے قائدین کے نام امریکا اور اقوامِ متحدہ کی بلیک لسٹ سے نکالے جائیں گے۔ بین الافغان مذاکرات کے شروع ہونے کے تین ماہ بعد ہی یہ عمل کیا جائے گا مگر ابھی تک اس پر بھی عمل نہ ہو سکا اور جانب مقابل نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی ہے۔ تو یہ دونوں بنیادی چیزیں ہیں جن کا فریق مقابل نے عہد کیا ہے مگر ابھی تک اسے عملی جامہ نہیں پہنایا ہے۔ البتہ معاہدہ کی بنیاد پر بعض پیش رفتیں بھی ہوئی ہیں جن میں سے ایک بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بارہ ستمبر کو یہ مذاکرات شروع ہوئے ہیں اور پہلی دفعہ طویل جنگ کے بعد افغان سیاسی جماعتیں امارتِ اسلامیہ کے ساتھ ایک میز پر بیٹھی ہیں اور مذاکرات میں کافی پیش قدمی بھی ہوئی ہے۔ مذاکرات کا ایک مرحلہ کامیابی سے مکمل ہوا ہے اور دوسرا اس وقت تک مسلسل جاری ہے۔

دوسری بڑی چیز یہ سامنے آئی ہے کہ فریقین معاہدے کی بنیاد پر اس بات کے پابند ٹھہرے کہ اپنی کارروائیوں میں کمی لائیں گے۔ جس پر امارتِ اسلامیہ نے اپنی طرف سے بھرپور عمل کیا ہے۔ چند مثالوں کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ معاہدہ سے پہلے ہم عسکری اور انٹیلی جنس مراکز پر بڑی کارروائیاں کرتے تھے۔ مگر معاہدہ کے وقت سے ہم نے یہ سلسلہ روک کے رکھا ہے۔ اسی طرح معاہدہ سے پہلے ہم شہروں اور اضلاع کے مراکز پر حملے کرتے تھے جن کی بنیاد پر ہم نے چودہ، پندرہ صوبے فتح کیے تھے۔ جن میں قندوز، غزنی، ارزگان، فراہ ودیگر شامل ہیں۔ مگر جب سے معاہدہ ہوا ہے تو ہم نے یہ سلسلہ بھی روک دیا ہے۔ اسی طرح معاہدہ سے پہلے ہماری طرف سے مسلسل فدائی حملے ہوا کرتے تھے مگر معاہدہ کے بعد یہ سلسلہ بھی رک گیا ہے۔

البتہ یہاں بھی افسوسناک امر یہ ہے کہ امریکا، اس کے اتحادی اور کابل انتظامیہ اس بات کے پابند تھے کہ وہ بمباری نہیں کریں گے۔ چھاپے نہیں ماریں گے۔ ڈرون حملے نہیں کریں گے۔ آگے کی طرف پیش قدمی نہیں کریں گے۔ لیکن انہوں نے اس عہد کی بھی پاسداری نہیں کی جس کی وجہ سے ایک دفعہ پھر تشدد میں تیزی آئی۔ آپ جانتے ہیں کہ جنگ کی صورتحال میں جب ایک فریق کچھ تجاوز کرتا ہے تو لازمی طور پر جانبِ مقابل سے اس کا ردعمل بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے تناؤ میں اضافہ بھی آجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے کمی کی اور جانبِ مقابل نے تیزی لائی جس کی وجہ سے حالات ابتر ہو گئے۔

سوال: آپ کے اور امریکا کے درمیان ہونے والی بات چیت میں یا حالات کے اتار چڑھاؤ میں افغان حکومت یا اشرف غنی کس جگہ کھڑے ہیں؟

جواب: اشرف غنی اور اس کی انتظامیہ استعمار کی ابتداء سے آج تک استعمار کے شانہ بشانہ رہے ہیں۔ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا کہ استعمار سے پہلے تو اس کا وجود تک نہ تھا۔ استعمار ہی نے اسے وجود دیا ہے۔ آج بھی آپ دیکھیں گے یہ انتظامیہ

امریکا کے ساتھ کھڑی ہے۔آج کے دن مختلف مقامات پر بمباری ہوئی ہے۔جس میں یہی انتظامیہ امریکی افواج کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

سوال: بعض افغانوں کی طرف سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ طالبان اور امریکا کے درمیان دوحا معاہدہ میں کچھ خفیہ باتیں بھی موجود ہیں۔جو مستقبل میں آپکے امریکا کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنائیں گے۔اس حوالہ سے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: جو کچھ ہمارے درمیان طے ہوا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔اس کے علاوہ ہمارے درمیان کوئی راز نہیں ہے۔شاید آپ کا اشارہ ان باتوں کی طرف ہے جو چند ماہ قبل زلمے خلیل زادنے کی۔تو ان کے بارے میں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسی معاہدہ کی تنفیذ کے بارے میں چند تجاویز ہی ہیں اور کچھ نہیں۔

سوال: آپ کے امریکا کے ساتھ مذاکرات اور معاہدہ ٹرمپ انتظامیہ کے دور میں ہوا ہے۔اور اس وقت وہاں ایک نئی انتظامیہ آچکی ہے۔آپ کیا سمجھتے ہیں دونوں کے طریقہ کار میں کوئی اختلاف نظر آتا ہے؟

جواب: ابھی تک تو بنیادی موضوع میں ہمیں کوئی اختلاف نظر نہیں آیا ہے۔کیونکہ آپ کو پتہ ہی ہے کہ اصل مسئلہ جنگ کا ہے جو گزشتہ دو دہائیوں سے ہمارے وطن عزیز میں جاری ہے۔اور انتظامیہ موجودہ ہو یا ٹرمپ والی، دونوں کا اس نکتہ پر اتفاق ہے کہ اس جنگ کو اب ختم کرلینا چاہیے۔البتہ میڈیا پر ہم کچھ منفی باتیں دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں جو اختلاف کی نشان دہی کرتے ہیں۔لیکن آپ کو پتہ ہی ہیں کہ اس طرح کی باتیں رسمی حیثیت نہیں رکھتیں۔پھر آپ نے دیکھا ہوگا کہ دو ماہ قبل خود جو بائڈن نے یہ تائید کی کہ ہم افغانستان میں جاری جنگ کو سیاسی طریقہ سے ختم کرنے کے حامی ہیں۔

سوال: امریکا کے ساتھ آپ کے تعلقات میں اگرچہ بہتری آئی ہے۔مگر خود افغانستان میں آپ کے حالات کیسے ہیں؟اور جغرافیائی حیثیت سے کتنے حصہ پر آپ کا کنٹرول ہے؟

جواب: اللہ کا فضل ہے کہ اس وقت حالات بہت ہی بہتر اور امید افزوں ہیں۔سیاسی طور پر بھی اور عسکری طور پر بھی بہتری آئی ہے؛کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ افغان قوم ہمارے ساتھ کھڑی ہے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ جس شہر اور علاقہ میں قوم کسی کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے اسے کامیابی ہوتی ہے۔تو جس طرح بیس سال سے قوم ہمارے ساتھ ڈٹ کر کھڑی تھی آج اس میں اضافہ ہوا ہے۔پھر ہماری سیاسی تحرکات اور اقوام عالم کے ساتھ تعلقات میں پیش رفت ہوئی ہے۔ابھی حال ہی میں ہم نے ماسکو کانفرنس میں شرکت کی تھی۔اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مختلف ممالک کے دورے ہوتے ہیں۔جن میں علاقائی اور عالمی سطح کے بڑے ممالک بھی شامل ہیں۔چین،روس،ایران،پاکستان،ازبکستان، انڈونیشیا وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔اسی طرح چند سال قبل ہم نے جاپان،فرانس اور دیگر ممالک کے دورے کیے جس سے ہمارے مضبوط تعلقات اور بہترین مراسم سامنے آتے ہیں۔ہم مستقبل میں بھی امید رکھتے ہیں کہ ہمارے حالات اور تعلقات اس سے بھی بہتر ہونگے۔کیونکہ امارتِ اسلامیہ دراصل افغان قوم کی واحد حقیقی نمائندہ ہے۔

سوال:"امارتِ اسلامیہ"کا عنوان امریکا قبول کرے گا؟

جواب: آپ جانتے ہیں کہ امریکی یلغار سے قبل امارتِ اسلامیہ ایک زندہ حقیقت تھی اور یہ امرِ مسلم تھا۔اس حد تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔اور جب امریکی غاصبانہ حملہ ہوا اور مشکلات سامنے آگئیں تو بے شک امارتِ اسلامیہ نے عقب نشینی کی۔لیکن اس وقت پھر سے امارتِ اسلامیہ موجود ہے۔ستر فیصد سے زائد رقبے پر اس کا کنٹرول ہے۔یہ فگر ہماری نہیں بلکہ عالمی تحقیقاتی اداروں کی ہے۔یہ چیز افغان عوام کی نمائندگی کو ظاہر کرتی ہے جس کا احترام کرنا ضروری ہے۔البتہ آئندہ افغانستان میں نظام کی کیفیت کیا ہوگی؟یہ مذاکرات کا مسئلہ ہے اور فریقین مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر اس کا حل نکالیں گے۔اور ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ نظام بہر حال اسلامی ہوگا۔کیونکہ افغان قوم ننانوے فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے۔اور ایک مسلم اور مجاہد ملت پر اسلامی نظام کے علاوہ کوئی اور نظام حاکم ہو ہی نہیں سکتا۔اب نظام اسلامی کی تفاصیل کیا ہونگی؟تو یہ چیزیں بین الافغان مذاکرات میں حل ہوجائیں گے۔

سوال: امریکا جو تجویز افغان امن کے قیام کے لئے پیش کررہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟

جواب: ہم نے اس کے حوالہ سے بارہا کہا ہے کہ یہ تجویز ہمارے درمیان زیر غور ہے اور ہم اس پر مشاورت کررہے ہیں اور جب یہ مشاورت مکمل ہوجائے گی تو ہم اپنے موقف کا اعلان کردیں گے۔

سوال: میں اس تجویز کی چند شقیں ذکر کرنا چاہتا ہوں تاکہ محترم سامعین اور ناظرین کو امریکا کی اس تجویز کا کچھ پتہ چل جائے:

۱-موجودہ حکومت کی جگہ ایک عارضی حکومت قائم کی جائے گی اور اس میں انتخاباتی عمل سرانجام دیا جائے گا۔

۲ -ایک مشترک عسکری مرکز کا قیام۔
۳ -سیز فائر وغیرہ۔
تو کیا جو کچھ میں نے پیش کیا ہے یہی شقیں ہیں؟
جواب: میں نے پہلے کہا کہ یہ اب ہمارے ہاں زیر غور ہے اور اس وقت اس حوالہ سے کچھ کہنا نہیں چاہتے۔
سوال: افغان حکومت، عارضی حکومت کے بارے میں اپنے تحفظ کا اظہار کیوں کرتی ہے اور اس کی جگہ انتخابات کی دعوت کیوں دیتی ہے؟
جواب: یہ سوال تو ان سے کرنے کا ہے جو یہ موقف رکھتے ہیں۔
سوال: اچھا آپ اس تجویز سے متفق ہیں؟
جواب: میں نے کہہ دیا کہ ہم غور و فکر کر رہے ہیں۔ مشاورت جاری ہے اور جلد اپنے موقف کا اعلان کریں گے۔
سوال: گزشتہ جمعرات کو ماسکو میں افغان امن کے حوالہ سے کانفرنس منعقد کی گئی جس میں آپ اور افغان حکومت کے وفود کے علاوہ چین، امریکا، ترکی، پاکستان اور دیگر ممالک کے نمائندگان نے شرکت کی۔ آپ بتانا چاہیں گے کہ اس کانفرنس کے نتائج کیا برآمد ہوئے؟
جواب: ہماری شرکت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہم اپنا موقف پوری وضاحت کے ساتھ اپنی قوم، اپنے پڑوسی ممالک اور پوری دنیا کے سامنے رکھ دیں اور واضح کریں کہ ہم دوحا معاہدہ کے لئے سنجیدہ ہیں اور مکمل پاسداری کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کیونکہ اسی معاہدہ کی بنیاد پر تمام بیرونی افواج کا انخلاء ضروری ہے۔ افغانستان میں ایک ایسے نظام کا لانا جو اسلامی ہو، مستحکم ہو، قوم کی نمائندگی کر سکتا ہو۔ اور طاقت رکھتا ہو کہ مسائل حل کرے قوم کے مطالبات پر پورا اتر جائے۔ تو یہ ہمارا موقف تھا اور ہم نے پوری وضاحت سے وہاں پیش کر دیا کہ ہم ایسا نظام چاہتے ہیں جو پوری افغان قوم پر مشتمل ہو۔ یہ ہم نے اس کانفرنس میں بھی واضح کر دیا اور کابل سے آئے سیاسی جماعتوں کے ساتھ نشستوں میں بھی واضح کر دیا۔
سوال: ماسکو کانفرنس بلانے کی ضرورت کیا پڑی؟ اس کانفرنس اور دوحا میں جاری مراحل کے درمیان فرق کیا ہے؟
جواب: درحقیقت یہ سب کچھ چاہے دوحا میں چل رہا ہے یا دیگر جگہوں پر کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں دوحا معاہدہ کی بنیاد پر ہے۔ کیونکہ دوحا معاہدہ میں یہ ہے کہ چھ ہزار قیدیوں کی رہائی کے بعد بین الافغان مذاکرات شروع ہونگے جن کے ذریعہ ایک اسلامی نظام کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ تو اصل ہدف یہی ہے اور اسی کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔
سوال: ماسکو کانفرنس ہونے کے باوجود تشدد کے واقعات میں اضافہ کیوں ہوا ہے؟ اصل سبب کیا ہے؟
جواب: جس طرح میں نے پہلے عرض کیا اور اب پھر کہتا ہوں کہ جنگ اور تشدد کا اصل سبب استعماری طاقتیں اور ان کی جارحیت ہے۔ پھر جس طرح میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کہا کہ ہم نے دوحا معاہدہ کے مطابق بھرپور انداز میں اپنا عہد ایفاء کیا اور جو کچھ ہمارے ذمہ تھا اس پر من وعن عمل کیا۔ مگر بدقسمتی سے جانبِ مقابل اس سے غلط فائدہ اٹھانے لگا۔ بڑی کارروائیاں شروع کر دیں۔ راتوں کو چھاپوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کے رد عمل میں طبعی طور پر ہماری طرف سے دفاعی کارروائی کرنی پڑتی ہے جس سے پھر تناؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تو ہم نے اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔ جب جانبِ مقابل مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر ہم اپنا دفاعی اور مسلمہ حق استعمال کر کے ہی رہیں گے۔
سوال: خبر ہے کہ آئندہ استنبول میں ایک کانفرنس منعقد ہونے جا رہی ہے۔ جس میں آپ اور افغان حکومت سمیت دیگر لوگ بھی شرکت کر رہے ہیں۔ اور افغان امن مسائل پر بات چیت ہوگی۔ کیا توقع رکھتے ہیں اس کانفرنس سے؟
جواب: ابھی تک ہم نے بھی ایسا ہی سنا ہے۔ البتہ تفصیلات کا اس وقت تک علم نہیں ہے۔ کہ کون شرکت کر رہا ہے اور کب منعقد ہونے جا رہی ہے؟ جب معاملات واضح ہو جائیں گے تو ہم اپنے موقف کا اعلان کر لیں گے۔
سوال: گزشتہ دنوں امریکی صدر جو بائڈن نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ مئی کی پہلی تاریخ تک انخلاء مشکل لگتا ہے۔ اسی طرح امریکی وزیر خارجہ نے بھی مقررہ وقت پر انخلاء کو بعید قرار دیا۔ جبکہ نیٹو کے جنرل سکریٹری نے یہ کہا ہے کہ ہم افغانستان سے تب نکلیں گے جب وقت آئے گا۔ گویا ابھی تک نکلنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ تو اگر بیرونی افواج مقررہ وقت پر افغانستان نہ چھوڑیں تو آپ کا رد عمل کیا ہوگا؟
جواب: یہاں چند باتیں ہیں: پہلی بات بیرونی افواج کی انخلاء کی ہے تو وہ تو کنفرم ہے اور معاہدہ میں اس پر اتفاق ہوا ہے۔ اس کو سلامتی کونسل، اقوامِ متحدہ، اسلامی کانفرنس اور دیگر علاقائی اور عالمی ممالک نے بھی تائید کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے پیش کیا ہے اور جن کی آراء سامنے رکھی ہیں یہ رسمی اور سرکاری موقف نہیں ہے۔ یہ چند آراء ہیں اور ہر کوئی اپنی رائے میں آزاد ہے البتہ جب رسمی طور پر کوئی موقف سامنے آئے گا تو پھر رد عمل دیا جائے گا۔

سوال: آپ اس کو کس طرح آراء کہہ سکتے ہیں؟ امریکی صدر، وزیر خارجہ اور نیٹو کے جنرل سکریٹری یہ سب تو رسمی لوگ ہیں نا؟ تو کیا ان کی باتیں رسمی نہیں ہو نگی؟

جواب: جی بالکل! لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کچھ چیزیں رسما موقف کی طور پر پیش کی جاتی ہیں اور بعض کی حیثیت ایسی نہیں ہوتیں۔ پھر ان کی طرف سے بھی یہ نہیں کہا گیا ہے اور قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ بہر حال ہم مقررہ مدت کے بعد بھی وہیں رہیں گے۔ البتہ اشارات ضرور ہیں۔ لیکن آپ نے آج ہی کے دن امریکی وزارتِ دفاع کا یہ بیان بھی دیکھا ہوگا جس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ ہم نکلنے کے لئے مکمل تیاری رکھتے ہیں۔ جب امریکی صدر حکم دے گا تو ہمارا انخلا کا عمل مکمل ہوگا۔ تو یہ مختلف بیانات ہیں۔ جب کوئی رسمی موقف آئے گا اور قطعی فیصلہ ہوگا تو ہم بھی اپنا رد عمل دیں گے۔

البتہ یہ بات کہ اگر امریکا مزید قیام پہ تلا رہا تو یہ بات بڑی واضح ہے کہ قوم یوں ہی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے گی۔ جس طرح ہم نے اپنے حقوق کا دفاع کیا ہے، اپنے ملک کا دفاع کیا ہے ،اپنی روایات کا دفاع کیا ہے اور بیس سال مسلسل جدوجہد کی ہے اسی طرح اب بھی قوم اس کے لئے مستعد ہے اور یہ اس کا حق ہے۔

سوال: مطلب یہ ہوا کہ اگر بیرونی افواج طے شدہ مدت میں انخلاء نہ کریں تو پھر آپ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ جائیں گے اور گویا معاہدہ کالعدم ہو جائے گا؟

جواب: بنیادی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی سابقہ حالت پر لوٹ جائیں گے اور کارروائیاں پھر سے شروع کردیں گے بلکہ جو عہد کی پاسداری نہ کرسکا اور معاہدہ کو توڑ بیٹھا ساری ذمہ داری اس پر عائد ہو گی۔

سوال: امریکی وزیر دفاع نے جو افغانستان اور بھارت کا دورہ کیا ہے اس کو آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

جواب: ظاہر ہے یہ ان سے متعلق مسئلہ ہے۔ ان کے مختلف دورے ہوا کرتے ہیں ۔ مختلف ملکوں میں جاتے ہیں۔ ان سے ہمیں سروکار نہیں ہے۔

سوال: ابھی حالیہ دنوں بعض برطانوی جرائد نے یہ تجزیہ کیا ہے کہ امریکی افواج کی انخلاء کی صورت میں افغانستان کی حالت موجودہ حالت سے مزید بگڑ جائے گی۔ آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: اگر ان افواج کی موجودگی سے جنگ ختم ہوئی ہے اور حالات کنٹرول ہوئے ہیں تب تو ان کی یہ بات صحیح ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر ان کا وجود ہی مسائل اور مشکلات کا باعث ہے تو ان کی یہ بات کس طرح درست ہوسکتی ہے؟ ہم بحیثیت افغان قوم آزادی اور استقلال چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ افواج طے شدہ مدت پر ہی افغانستان چھوڑ جائیں! بے شک اندرونی مشکلات موجود ہیں کیونکہ افغانستان کی جنگ کوئی ایک دو دنوں کی جنگ تو ہے نہیں۔ چالیس سال سے یہ حالت زار بنی ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لئے انتھک محنت کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے ہم مسلسل کوشش کررہے ہیں ۔ اسی لئے ہم مذاکرات کی میز پر بیٹھے ہیں اور امید ہے کہ حل نکل جائے گا۔

سوال: آپ کی بات درست ہے لیکن کچھ ایسی رپورٹیں موجود ہیں جو وہاں کے حالات کی بگاڑ کا بتارہی ہیں۔ مثلا منشیات میں اضافہ اور ستر فیصد سے زائد آبادی کا خط غربت میں مبتلا ہونا۔ تو کیا امریکی افواج کے نکلنے سے اس میں اضافہ نہیں ہوگا؟

جواب: جن مشکلات کا آپ ذکر کررہے ہیں یہ سب استعمار کی پیداوار ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ پوست کی کاشت کو ہم نے اپنے دور حکومت میں صفر تک پہنچادیا تھا۔ لیکن جب سے استعمار آیا ہے تو رپورٹ آپ کے سامنے ہوگی کہ اس میں کتنا اضافہ ہوا ہے؟ اور تو چھوڑیئے! یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ملک کے آٹھ ملین لوگ منشیات کے عادی بن چکے ہیں۔ اور غربت کی آپ نے بات کی تو یہاں سوال یہ ہے کہ امریکا نے جو اربوں اور کھربوں ڈالر خرچ کئے وہ کہاں چلے گئے اور ان کی وجہ سے کیا تبدیلی آئی؟ بیس سال کے دوران ان کے خرچہ اور حالات کو سازگار بنانے کا نتیجہ کیا رہا؟ حالات کتنے کنٹرول ہوئے؟ غربت میں کس حد تک کمی ہوئی؟ ظاہر ہے کمی تو کوئی نہیں ہوئی ہے اضافہ ہی ہوا ہے۔ تو جب بیس سال میں وہ کوئی خاطر خواہ کارنامہ نہ کرسکے مزید کیا کریں گے؟

سوال: افغانستان کی موجودہ صورتحال کا کیا آپ اپنے آپ کو ذمہ دار نہیں سمجھتے؟

جواب: نہیں بالکل نہیں! یہ بات تو یقینی ہے کہ قوم امارتِ اسلامیہ کے ساتھ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن دوسری طرف امریکا اور نیٹو اتحاد اور دیگر عالمی امداد ہمارے پاس نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہمیں ملزم نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اگر یہ سب کچھ ہماری موجودگی میں ہوتا اور ہمیں حالات کے کنٹرول اور بہتر بنانے کے مواقع فراہم ہوتے تو بے شک ہم ہی ذمہ دار ہوتے لیکن ظاہر ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے امارتِ اسلامیہ کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہم اقوامِ عالم سے یہ درخواست کرتے ہیں اور پیغام دیتے ہیں کہ افغان قوم امارتِ اسلامیہ کے شانہ بشانہ

کھڑی ہے۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ افغانستان کے حالات بہتر ہوجائیں تو امارتِ اسلامیہ کا ساتھ دیں! جو کہ قوم کی حقیقی نمائندہ ہے۔مشکلات کو صحیح معنوں میں حل کرسکتی ہے۔

سوال: آپ نے استعمار سے پہلے افغانستان پر حکومت کی ہے۔تو کیا اس وقت حالات مناسب تھے اور موجودہ مشکلات نہیں تھیں؟

جواب: بہت زبردست سوال کیا آپ نے! آپ جانتے ہیں کہ امارتِ اسلامیہ کے قیام سے قبل افغانستان کی پوزیشن کیا تھی؟ عملاً افغانستان تقسیم کیا گیا تھا۔صرف کابل شہر پانچ حصوں میں منقسم ہوگیا تھا۔ہر حصہ میں ایک تنظیم کی حکمرانی قائم تھی۔یہ ایک شہر کی حالت تھی۔اس کے علاوہ قومی اور لسانی تعصبات اور دیگر مشکلات نے عوام کی زندگی اجیرن بنادی تھی۔قوم کی عزت محفوظ تھی اور نہ ہی جان ومال۔مگر جب امارتِ اسلامیہ آئی تو چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ مثالی امن قائم ہوا۔کم سے کم قوم اپنی زندگی کو محفوظ دیکھنے لگی۔ملک تقسیم اور ٹکڑوں میں بٹنے سے محفوظ رہا۔لوگوں کی عزت وآبرو کو تحفظ ملا۔لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ اس عظیم کارنامہ پر جہاں امارتِ اسلامیہ داد وتحسین کی مستحق تھی وہاں عالمی سطح پر اسے پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔انہوں نے اپنے پراکسیز سے یہاں جنگ شروع کرادی۔اس لئے اس وقت بھی اگر کوئی نکتہ سامنے آتا ہے تو اس کے ذمہ دار بھی عالمی ممالک ہی ہیں۔اسی لئے اج اگر اقوامِ عالم امارتِ اسلامیہ کے ساتھ سیاسی، عسکری اور اقتصادی معاونت کرلے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ حالات بالکل سازگار ہوجائیں گے۔

سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ تحریک طالبان ایک سیاسی جماعت میں تبدیل ہوجائے اور تشدد کا عنصر ان سے ختم ہوجائے؟

جواب: یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ ہم تشدد کے حامی ہیں۔ہم تو اپنے حقوق کا دفاع کررہے ہیں۔کیا یہ انصاف پسندی ہوگی کہ ایک قوم اپنے حقوق، اپنی روایات قومی اقدار اور اپنی تہذیب کا دفاع کرے اور کوئی اسے تشدد پسند کہے؟ کیوں جارح قوتوں کو ایسا کچھ نہیں کہا جاتا جن کی وجہ سے یہ سارے مسائل پیش آگئے؟ اور آج تک موجود ہیں! ہمارے ہاں اقتدار کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہم اس کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ہمارا ابنیادی ہدف دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ استعمار کا مکمل خاتمہ ہو۔ہمیں مکمل ازادی اور حریت حاصل ہو۔استقلال ہمارا مقدر ہو۔دوسری یہ کہ ہم ایک سچا اسلامی نظام قائم کریں! کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ملک وملت کو درپیش مسائل کو حل کریں! یہ ہرگز ہماری چاہت نہیں رہی ہے کہ ہم کسی کرسی اقتدار تک پہنچ پائیں اور اس کے لئے اپنی اقدار کا سودا کرلیں!

سوال: جب انتخابات ہوجائیں اور ان کے نتیجہ میں ایک نئی حکومت قائم ہوجائے تو آپ اسے قبول کریں گے؟ اور ہتھیار ڈال کر افغان فوج میں شامل ہونگے؟

جواب: ایک تو میں نے پہلے عرض کیا کہ ہمارا ابنیادی مقصد اسلامی نظام کا قیام ہے جو مکمل آزاد ہو۔اسی کے لئے ہماری جدوجہد رہی ہے اور رہے گی۔اور آپ کن انتخابات کی بات کررہے ہیں؟ یہ جو بیس سال میں ڈرامہ رچایا گیا ان کی؟ جن کی وجہ قوم کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا؟ جن کی وجہ سے افغان بہادر قوم کی عالمی سطح پر سبکی ہوئی؟ جن میں بدترین سودے بازی ہوئی؟ کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں ان انتخابات کے ابھی تک، کہ ہم پھر منعقد کرلیں؟

سوال: اگر قوم انتخابات پر راضی ہوجائے اور پھر منعقد ہوجائے تو آپ قبول کریں گے؟

جواب: اس مفروضہ سے پہلے اس حقیقت کا ادراک کرلینا چاہیے کہ امارتِ اسلامیہ قوم سے الگ کوئی مستقل چیز نہیں ہے۔امارتِ اسلامیہ اسی قوم کے حقیقی فرزند اور حقیقی نمائندے ہیں۔جو قوم کی تمنا اور آرزو ہے اسی کو امارتِ اسلامیہ بیان کررہی ہے۔

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں افغانستان کا مسئلہ حل ہوجائے گا اور امن قائم ہوجائے گا؟

جواب: امید تو یہی ہے کہ حل ہوجائے گا اور یہ کوششیں رنگ لائیں گی۔اسی کے لئے تو ہم جدوجہد کررہے ہیں۔پوری قوم کی یہی آرزو ہے۔

سوال: آپ حل کیا دیکھتے ہیں؟

جواب: بیرونی قوتیں افغانستان چھوڑدیں! اسلامی نظام قائم ہوجائے۔ہم آزادی سے لطف اندوز ہوں تو مسئلہ حل ہی حل ہے۔

ــــــــ: بہت شکریہ!

ــــــ: بہت شکریہ آپ کا اور آپ کے ادارے کا۔

●●●

امارت اسلامیہ دوحہ معاہدے کی شرائط پر پوری طرح عمل پیرا ہے، مقابل فریق کو بھی مکمل عمل درآمد کرنا ہوگا۔

روس میں منعقدہ افغان امن کانفرنس سے امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب ملا عبدالغنی برادر اخند کی گفتگو

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین .

امابعد!

قال اللہ تعالی: واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا. صدق اللہ العلی العظیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے مجلس کے جملہ حاضرین کو خوش آمدید کہتا ہوں، روسی حکومت کا شکریہ اداء کرتا ہوں جو افغانستان کے مسئلہ کے حل کے لئے کوشش کررہی ہے اور اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا ہے، تاکہ مسائل کے حل کے لئے غور و فکر اور تبادلہ خیال ہوجائے۔ اسی طرح ان تمام ممالک اور جہات کا شکریہ اداء کرتا ہوں جو اس سلسلہ میں مثبت اقدامات اٹھا رہے ہیں۔

محترم حاضرین!

آپ کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ ہمارا وطن عزیز گزشتہ کئی دہائیوں سے مختلف قسم کے مشکلات کا سامنا کررہا ہے۔ جن سے نکلنے کی ہر افغان آرزو کررہا ہے۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان آج سے تقریباً 27 سال پہلے اس وقت وجود پذیر ہوئی جب ملک کے حالات ناگفتہ بہ تھے اور ایک ایسی صورتحال حاکم تھی جس میں لوگوں کی جان و مال محفوظ تھے اور نہ ہی عزت و آبرو۔ ملک عملاً تقسیم اور شکست وریخت کا سامنا کررہا تھا۔ اسی وجہ سے مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے کچھ دینی طلبہ، اپنے کچھ مخلص ساتھیوں اور دیگر جہادی کمانڈروں کے ساتھ اس صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لئے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔

نتیجتاً بہت کم مدت میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کے آنے کے ساتھ ہی بیشتر شہروں میں صورتحال قابو ہوگئی۔ حالات کنٹرول ہوگئے اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اگرچہ نامساعد حالات اور وسائل کے فقدان کی وجہ سے کچھ مسائل موجود تھے مگر اس کے باوجود امارتِ اسلامیہ نے کچھ خصوصیات بھی حاصل کررکھی تھیں۔ ایسی خصوصیات جن کا پوری دنیا اعتراف کررہی ہے۔ جیسا کہ ملک کو تقسیم سے بچانا، کرپشن اور لوٹ مار کا خاتمہ، منشیات کے سد باب کے لئے بہترین اور مؤثر جد وجہد قابل ذکر ہیں۔

اس پر جہاں عالمی معاشرہ کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ افغان قوم اور امارتِ اسلامیہ کی تحسین کرکے ان سے تعاون کرتے۔ مسائل کے حل کے لئے ہم آہنگی اور باہمی تعاون پر آمادہ ہوجاتے تاکہ ملک امن اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوجاتا بجائے اس کے الٹا پابندیاں عائد کردیں۔

پھر جب نائن الیون کا واقعہ پیش آیا تو امریکا نے دھمکیاں دینی شروع کردیں۔ امارتِ اسلامیہ نے اس وقت مسائل کو بات چیت کے ذریعہ حل کرنے کی پیشکش کی مگر شنوائی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے ہمارے وطن عزیز اور مظلوم ملت پر بلاجواز اور بلا دلیل اتحادیوں سمیت حملہ کردیا۔

اس ناجائز حملے اور قبضہ کے خلاف افغان قوم نے امارتِ اسلامیہ کی قیادت میں اپنے ملک اور جان و مال کی دفاع کی خاطر ایک اسلامی فریضہ ادا کرنے کی کوشش شروع کی۔ اس راہ میں انہوں نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کردیں اور ہر طرح کی سختیاں جھیلیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے سیاسی دفتر کے قیام سے عالمی برادری کو پیغام پہنچانا بھی شروع کردیا۔

یہاں تک کہ 2019 میں مملکت قطر کے اندر امریکا کے ساتھ رسمی طور پر مذاکرات

شروع ہوئے۔اٹھارہ ماہ کے مسلسل، طویل اور عمیق مذاکرات کے بعد بالآخر 29 فروری 2020 کو عالمی برادری کی موجودگی میں معاہدے پر دستخط ہوئے۔ یہ معاہدہ چار بنیادی اور دیگر اہم نکات پر مشتمل ہے۔اس معاہدے کی بنیاد پر تمام خارجی قوتوں کا چودہ مہینوں کے اندر اندر افغانستان سے انخلاء ہوگا۔ جس کا ابھی وقت قریب آگیا ہے۔افغانستان کی سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں ہوگی۔ چھ ہزار قیدی رہا ہونگے۔ جس کے بعد بین الافغان مذاکرات شروع ہوجائیں گے۔انہیں مذاکرات کے نتیجہ میں ایک نیا اسلامی نظام کے قیام اور دائمی جنگ بندی پر اتفاق کیا جائے گا۔

اس معاہدہ میں فریقین کی ذمہ داریاں بڑی وضاحت کے ساتھ متعین کی گئی ہیں۔ امارتِ اسلامیہ اپنے وعدوں پر قائم اور اس کو عملاً ثابت کرچکی ہے۔ مخالف فریق سے بھی اپنے وعدوں پر قائم رہنے اور عمل درآمد کا مطالبہ کرتی ہے۔

اس معاہدہ کی جن شقوں پر عمل ہوچکا ہے متعلقہ لوگوں نے اس کے واضح اور مثبت اثار محسوس کئے ہیں۔ مجموعی طور پر چھ ہزار قیدی رہا ہوگئے۔ بین الافغان مذاکرات شروع ہوگئے۔ جنگ کی سطح کافی حد نیچے آگئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر معاہدہ کی مکمل شقوں پر عمل کیا جائے تو افغانستان کا مسئلہ مکمل طور پر حل ہوجائے گا۔

امارتِ اسلامیہ نے معاہدہ کی بنیاد پر اپنی کارروائیوں میں غیر معمولی حد تک کمی لائی ہے۔ لیکن اس کے برعکس مخالف فریق نے اپنے وعدوں پر صحیح طرح سے عمل نہیں کیا ہے۔ معاہدہ دستخط ہونے کے بعد ہزار سے زائد دفعہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ جس کا ذکر ہم وقتاً فوقتاً ان سے کرتے رہتے ہیں۔اسی طرح عالمی برادری اور متعلقہ ممالک کو بھی اس سے آگاہ کیا ہے۔ بلیک لسٹ اور قیدیوں کی رہائی کا وعدہ بھی ابھی تک تشنہ تکمیل ہے۔

اگر معاہدہ کے دستخط کے بعد سب کام اسی طرح سرانجام دیئے جاتے جس طرح معاہدہ میں ذکر کئے گئے ہیں تو آج افغانستان کے مسئلے کی داخلی جہت بھی کافی حد تک حل ہوچکی ہوتی۔ ملک میں اسلامی نظام قائم اور سراسر امن قائم ہوجاتا۔اور افغان عوام معمول کی زندگی شروع کرچکے ہوتے۔

اس وقت عملاً بین الافغان مذاکرات شروع ہیں۔ بلاشبہ مشکلات بھی موجود ہیں۔ مگر پھر بھی ایک دائرہ کار متعین ہوچکا ہے۔ دونوں فریقوں نے اپنا اپنا ایجنڈا ایک دوسرے سے شریک کیا ہے، کام جاری ہے، اور ایک حد تک پیش رفت بھی ہوئی ہے، مزید پیش قدمی کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔ رکاوٹوں کو ہٹادینا چاہیے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے تمام افغان فریقوں کو اپنی تجاویز پیش کرنی چاہییں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ایک ایسا اسلامی نظام قائم کریں جو مضبوط بنیادوں پر استوار اور ہمہ شمول ہو۔ قوم کی صحیح نمائندگی کی صلاحیت رکھتا ہو، موجودہ مشکلات اور مسائل کا حل تجویز کرسکے۔اور قوم کے امن وامان اور ملک کے ثبات واستحکام کے لئے کام کرے۔

امارتِ اسلامیہ اس بارے میں پختہ عزم رکھتی ہے۔ صلاحیت اور تجربہ بھی رکھتی ہے۔ ملک کے دیگر جہات کو بھی اس حوالہ سے اپنی ذمہ داری ادا کرلینی چاہیے۔

مشکلات کے حل اور مثبت طریقہ سے پیش رفت کے لئے سب سے بہترین اور مؤثر طریقہ دوحا معاہدہ ہے۔ اس کی تعمیل سے جہاں بیرونی مشکلات حل ہوتے ہیں وہیں اندرونی مسائل کے لئے ایک بہترین طریقہ کار ایجاد کیا جاسکتا ہے۔

ہم پوری عالمی برادری، علاقائی ممالک اور بالخصوص ہمسایہ ممالک سے مطالبہ کرتے ہیں کہ افغان عوام کے موجودہ مسائل کے حل میں تعاون کرے۔ کیونکہ افغانستان کا امن واستحکام سب کے لئے اہمیت رکھتا ہے۔اور سب پر اپنا خاص اور امتیازی اثر رکھتا ہے۔

پوست کی کاشت اور منشیات کا مسئلہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ افغانستان کا آئندہ نظام اس حوالہ سے اپنی ذمہ داری کچھ اس طرح سے سرانجام دے گا جس میں اپنے عوام، اپنے ملک سمیت عالمی برادری اور ہمسایہ ممالک کا بھی مفاد ہو۔ البتہ یہ اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب اس حوالہ سے علاقائی اور عالمی سطح پر تعاون موجود ہو۔

ہم کسی کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں اور نہ ہی کسی اور کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے ملکی اور قومی معاملات میں مداخلت کرے۔

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم افغانستان میں ایک مستحکم، افغان شمول اسلامی حکومت چاہتے ہیں۔ جہاں خود ہم بھی آرام اور مطمئن فضاء میں زندگی گزار سکیں اور علاقائی اور ہمسایہ ممالک بھی ہم سے مطمئن ہوں۔ البتہ ان کوششوں میں افغانوں کے قومی اقدار، ملکی مفادات اور خود مختاری بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لیے افغانوں کو خود مختار چھوڑا جائے تاکہ اپنے مسائل خود ہی حل کرسکیں !

والسلام۔

○○○

ہم کسی بھی بیرونی قوت کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ وہ ہمارے نظام کا تعین کرے۔

افغان عوام کے نمائندہ وہ مجاہدین ہیں جنہوں نے امریکا سے ان کی دفاع کی جنگ لڑی۔

دوحہ معاہدے پر امریکا دستخط کر چکا ہے، اسے بہر حال نکلنا ہوگا۔

امارت اسلامیہ کے قطر سیاسی دفتر کے سیکریٹری جناب شیر محمد عباس ستانکزئی کی ماسکو کانفرنس میں صاف صاف باتیں

الحمدللہ رب العالمین الرحمان الرحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سب سے پہلے میں مملکت روس کا شکریہ اداء کرتا ہوں بالخصوص جناب ضمیر کابلوف صاحب کا جنہوں نے یہ کانفرنس منعقد کی ہے۔ گزشتہ کافی عرصہ سے افغان امن کے حوالہ سے ان کی کوششیں مثبت رہی ہیں اور امن کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اسی طرح مملکت قطر کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے نمائندے ڈاکٹر القحطانی اور دیگر یہاں موجود ہیں۔ ان کی ان تھک محنتوں کا بہت ہی زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے امریکہ کے ساتھ ہمارے تمام مذاکراتی مراحل میں بھرپور تعاون کیا۔اور سب مشکلات ومسائل کو انتہائی دلجمعی کے ساتھ برداشت کیا۔انہی کی کوششوں سے وہ مذاکرات بالآخر نتیجہ خیز ثابت ہوئے اور آئندہ کے لئے بھی دعا گو ہیں کہ انہیں اس بارے میں مزید توفیق ملے۔اسی طرح مملکت چین کا شکریہ اداء کرتا ہوں جو ہمارا بڑا ہمسایہ ملک ہے اور امن کی کوششوں میں ان کا کردار مثبت رہا ہے۔ اسی طرح سے صادق خان جو پاکستان کا نمائندہ ہے ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پاکستان کے بارے میں مجھ سے پہلے بھی بعض ساتھیوں نے بتایا کہ ان کا کردار امن کے قیام کے لئے اہم ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ ہمارا مسلمان بھائی، ہمسایہ ملک اور ہمارے پانچ ملین مہاجرین بھائیوں کا میزبان ہے۔ ہمارے شکریہ کا مستحق ہے۔اسی طرح سے پوری دنیا کے وہ ممالک جو افغانستان کے امن کے لئے ایک مثبت قدم بھی اٹھاتے ہیں، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ان کی کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کی معاونت کرتے رہیں گے۔

آج تو الحمدللہ سب باتیں امن وآشتی کے لئے ہو رہی تھیں اور واقعتاً صلح افغانستان کے لئے انتہائی ضروری بھی ہے۔ لیکن میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ کاش! جو لفظِ صلح آج 2021 میں استعمال کر رہے ہیں وہ 2001 میں بھی کر لیتے۔ 2001 میں جب امریکا اور اس کا صدر بش اپنے تمام غرور وکبر کے ساتھ افغانستان میں داخل ہوا اور خواتین اور بچوں سمیت افغانستان کے مظلوم اور بے گناہ لوگوں کو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں، بمباری کر کے شہید کر دیا تو کوئی شخص صلح وامن کا نام نہیں لے رہا تھا۔ یہاں تک مجھے یاد ہے کہ ماہِ رمضان میں کچھ دن باقی تھے اور بعض اسلامی ممالک نے امریکا سے درخواست کی کہ ماہِ رمضان کے تقدس کی خاطر اپنی بمباری اور دیگر کارروائیاں اس مقدس ماہ کے گزرنے تک مؤخر کئے جائیں۔ تو اس پر بش نے بڑے تکبر آمیز لہجہ میں کہا تھا کہ میں تو اپنی کارروائیوں میں شدت لاؤں گا اور دوگنا تین گنا تک بڑھاؤں گا کیوں کہ دہشت گردوں کو مارنا ایک ثواب ہے جو اس ماہ کا عین تقاضا ہے۔ معصوم صاحب ستانکزئی (بین الافغان مذاکرات میں کابل انتظامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ) میرے ہم وطن ہیں۔ اس وقت میرے سامنے موجود ہیں۔ ابھی انہوں نے اپنے خطاب میں ماہِ رمضان کے تقدس کا حوالہ پیش کیا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں، 2001 کے ماہِ رمضان میں یہ موصوف کہاں تھے؟ کیوں اس وقت ماہِ رمضان کا حوالہ انہیں یاد نہیں رہا؟ میں ماحول کو خراب کرنا نہیں چاہتا، اس لیے کسی پر تنقید نہیں کرنا چاہتا البتہ یاددہانی کے طور پر ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ صرف اس لئے یہ بات کی ہے کہ صلح ہر ایک چاہتا ہے لیکن صلح کے لئے بھی وقت ہوتا ہے۔ اب جب سر سے پانی گزر چکا ہے تو صلح کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ 2001 میں کیوں صلح کی بات نہیں کی گئی؟ امارتِ اسلامیہ کی تو بنیاد ہی صلح کے لئے رکھی گئی ہے جس کی طرف

ملابرادر اخند اور شیخ عبدالحکیم صاحب نے اشارہ بھی کر دیا۔ پورے افغانستان میں لوگوں کی یہ حالت بنی تھی کہ لوگوں کے سروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے۔ چار، پانچ منزلہ عمارتوں سے خواتین کودنے پر مجبور ہوئیں۔ تحریک طالبان توان گھناونے مظالم کے خاتمے اورامن کے قیام کے لئے وجودپذیر ہوئی تھیں۔

2001جب امریکا ظالمانہ اور بالکل غیر قانونی تجاوز کر رہا تھا اس وقت ہماری وزارتِ خارجہ نے بارہا امیرالمؤمنین کی طرف سے صلح کی پیش کش کی اور بتایا کہ اگر واقعی آپ کے پاس ثبوت ہیں تو آئیے اور لائیے مذاکرات کے ذریعہ مسائل حل کر لیتے ہیں ۔لیکن انہوں نے یہ پیش کش قبول نہیں کی۔ نہ صلح پر آمادہ ہوئے نہ مذاکرات کے لئے بیٹھے اور نہ ہمارے ان جناب صاحبان نے اس بارے میں کوئی آواز بلند کی۔ بس ایک ہی بات تھی ان کی طرف سے کہ ان کو قتل کر دو! بمباری کر دو! ہر طرح کی گولی اور بم بارود سے تباہ کر دو! ان کو قتل کرنا ہی بہتر ہے۔ کیا اس وقت افغانستان کی خواتین شہید نہیں کی گئیں؟ کیا افغانستان کے بچوں کو مارا نہیں گیا؟ افغانوں کے گھروں پر بمباریاں نہیں کی گئیں؟ کیا امریکا اور نیٹو کے تمام جدید ہتھیار افغانستان میں آزمائے نہیں گئے؟ کیا بموں کی ماں کے نام سے سب سے بڑا بم یہاں استعمال نہیں ہوا؟ اس وقت تو ان کاموں کا خیر مقدم کیا جاتا تھا اور آج صلح کی باتیں؟

بہت زیادہ دیر ہوگئی ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ 2001 میں اگر صلح ہو جاتی تو آج یہ قتل وقتال اور یہ مشکلات نہ ہوتیں۔ آج جب کہ ایک ملین سے زائد لوگ قتل ہو چکے ہیں تو صلح کی باتیں ہو رہی ہیں؟ مگر پھر بھی ہم آمادہ ہیں۔ 2001 میں بھی ہمارا موقف امن ہی کا تھا۔ پھر 2011 میں جب ہم نے سیاسی دفتر کھولا تب بھی صلح پیش نظر تھی۔ 2013 میں جب ہم نے امریکا کے ساتھ مذاکرات کے لئے دوبارہ دفتر کھولا تب بھی امن پیش نظر تھا۔ لیکن اس وقت دفتر بند کر دیا گیا۔ کیوں بند کر دیا گیا اور کون سی چیز رکاوٹ بنی؟ یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔ پھر دو دفعہ ہم نے اوباما انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کئے اور اتفاق رائے تک پہنچے جس کے بعد بین الافغان مذاکرات شروع ہونے تھے لیکن اس کو پھر معطل کر دیا گیا۔ بالآخر ٹرمپ کے دور میں زلمے خلیل زاد کی سربراہی میں مذاکرات شروع ہوئے جو موجودہ صورت حال تک آپہنچے۔

بھائیو! بعض لوگ تو آج امن اور صلح کی بات کر رہے ہیں۔ ہم تو 2011 سے جب سے قطر گئے ہیں یہی صدا دے رہے ہیں۔ تو آئیے صلح کریں! لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ صلح صرف باتوں سے نہیں ہوتی، امن صرف اونچے نعروں سے نہیں آتا۔ اس کے لئے عملی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ یہ عجیب بات نہیں ہے کہ صلح تو کرتا ہوں لیکن بیس سالہ کامیابیاں ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ کونسی کامیابیاں؟ اگر استعمار کے زیر سایہ تمہارے پاس کامیابیاں موجود ہیں پھر تو روسی استعمار کے وقت بھی یہی کامیابیاں تھیں، انہیں ہم نے کیوں ضائع ہونے دیا؟ اور اگر واقعی استعمار کے قبضے سے کامیابیاں ہاتھ آجاتی ہیں تو چلیں بیس سال کے لیے بیرونی ممالک کو پھر سے دعوت دیتے ہیں کہ ہم پر اتحادیوں سمیت حملہ کر دیں! ہمارے ملک کو یرغمال بنادیں! کیونکہ ہم آپ کے زیر سایہ کامیابیاں حاصل کریں گے۔ کیا بیس سالہ کامیابیاں یہی ہیں کہ ایک ملین سے زائد لوگ مارے جاتے ہیں؟ بیس سالہ کامیابیاں کیا یہی ہیں کہ ہزاروں ناگفتہ بہ واقعات پیش آئے؟ بیس سالہ کامیابیاں یہی ہیں کہ دنیا میں پچانوے فیصد منشیات افغانستان سے برآمد کئے جاتے ہیں؟ افغانستان کے پانچ ملین سے زائد لوگ منشیات کے عادی بن چکے ہیں؟ ہزاروں لاکھوں ایڈز جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں؟ یہ ہیں آپ کی بیس سالہ کامیابیاں؟

آئیے! ان باتوں سے درگزر لیتے ہیں! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے جتنے ساتھی یہاں آئے ہیں واللہ یہ امن اور صلح کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اگر صلح پیش نظر نہ ہوتی تو ہمیں یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہم نے امریکا کے ساتھ معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ جس کی رو سے اسے افغانستان بہر حال چھوڑنا ہوگا۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ امریکا کے جانے کے بعد ایک افغان بھی قتل ہو جائے، لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ہم ایسا امن نہیں چاہتے جو ایک ماہِ رمضان کے مہینے کے لئے ہو۔ ایک سال کے لیے ہو یا ایک ہفتہ کے لئے۔ ہم جو امن وصلح چاہتے ہیں وہ دائمی صلح چاہتے ہیں، ایسی صلح جس کے بعد افغانستان میں گولی نہ چلے۔ جس کے بعد افغانستان میں جنگ نہ ہو، آئیے! ایسی صلح کرتے ہیں، اور ایسی صلح قربانی چاہتی ہے، اپنے مفادات کی قربانی دینی ہوگی۔ امن کا یہ پروسس اس بالکل کامیاب نہیں ہو سکتا کہ ایک دن ایک موقف ہو اور دوسرے دن دوسرا موقف ہو۔ ہم باعزت اور پائیدار صلح چاہتے ہیں۔ اس لئے میں ہمسایہ اور پوری دنیا کے ممالک سے اس کانفرنس کے توسط سے کہنا چاہتا ہوں کہ صلح افغانوں کا حق ہے اس لئے افغان ہی آپس میں بیٹھ کر اسے طے کرلیں گے۔ ہم کسی بھی بیرونی ملک کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرے۔ ہمارے لیے نظام کا تعین کرے۔ آج کل آپ نے سنا ہوگا کہ ایک ملک ایک نظام کا کہتا ہے اور دوسرا دوسرے کا۔ ہم اپنا نظام دوسروں کی مرضی سے نہیں بنائیں گے۔ یہ افغانوں کا حق ہے جو دوحہ کے اندر آپس میں بیٹھ کر طے کریں گے کہ کیسا نظام

نافذ کریں گے؟ یہ افغان ہی فیصلہ کریں گے کہ کون سربراہ ہوگا، کون بڑا ہوگا اور کون چھوٹا ہوگا۔ یہ افغانوں کی اکثریت فیصلہ کرے گی۔ بیرونی ڈیموکریسی ہمیں قابل قبول نہیں ہے، نہ باہر سے برآمد کیا ہوا کمیونسٹ نظام ہمیں چاہیے، بلکہ ہر وہ نظام جو باہر سے ہم پر مسلط کیا جاتا ہے ہم اسے قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ جس کی طرف شیخ عبدالحکیم صاحب نے بھی اشارہ کردیا۔

ہم سب افغان آپس میں بھائی ہیں۔ بے شک مسائل موجود ہیں لیکن میز پر بیٹھ کر ان کا حل نکالیں گے۔ اس طرف دنیا کو متوجہ ہو جانا چاہیے۔ جو ہمارے ساتھ صلح کی راہ میں ایک مثبت قدم اٹھاسکتا ہو ہم اسے خوش آمدید کہیں گے۔ اسی مناسبت سے تو آج ہم یہاں آئے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی ماسکو ہے جس نے چالیس سال قبل ہمارے ملک پر چڑھائی کی تھی اور یہ بدبختی اسی وقت سے شروع ہوئی تھی، لیکن آج جو ہم اسی مرکز میں بیٹھے ہیں اسی صلح کے لئے بیٹھے ہیں، لیکن صلح ایسی ہو کہ واقعتاً صلح ہو، یہ آنیاں جانیاں، ٹکٹ اور ویزوں پہ ویزے، کوٹ پتلون میں ملبوس ہو کر ادھر ادھر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ آخر یہ کونسی بات ہے کہ اگر میرے مفادات محفوظ تھے تب تو صلح کرونگا ورنہ نہیں؟ صلح کے لئے ہر ایک کو اپنے مفادات سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ آخر چالیس سال میں جتنے مفادات حاصل کرنے تھے وہ کرلیے لئے ہوں گے، اب بس کریں۔ اب اس مظلوم قوم کے نام پر یہ سلسلہ رکنا چاہیے۔

آیئے اب اس قوم کی طرف رجوع کرتے ہیں، قوم کی رائے معلوم کرتے ہیں کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ ایک تو زبانی باتیں ہیں کہ "افغانستان کی واضح اکثریت"، "افغانستان کے عوام کی نمائندگی" وغیرہ۔ کس نے ملت سے پوچھا ہے؟ بلکہ کوئی قوم سے ملا بھی ہے کہ وہ اپنی نمائندگی کا حق کس کو دیتی ہے؟

میں کہتا ہوں کہ افغانستان کے عوام کی نمائندگی کا حق ان کو ملنا چاہیے جنہوں نے دنیا کی اس سپر طاقت جس کا نمائندہ ڈاکٹر خلیل زاد صاحب یہاں موجود ہے، سے اپنی جان ومال، عزت وآبرو اور اپنے ملک وملت کے سرحدات کے دفاع کے لئے جہاد کیا، اور جہاد کو للہ الحمد پایہ تکمیل اور بہترین نتیجہ تک پہنچایا، ایک بے کس، مظلوم، بھوکی پیاسی اور تمام تر وسائل سے محروم قوم جب دنیا کی سپر طاقت امریکا اور نیٹو سے ٹھکر لیتی ہے اور اسے کامیابی سے ہم کنار کراتی ہے کیا یہ دو تین افراد کا کام ہے یا قوم ہی کی معیت سے یہ سرانجام دیا سکتا ہے؟

اب جبکہ ہم یہاں تک پہنچے ہیں اور میز پر اکھٹے ہو کر صلح کی بات کررہے ہیں تو آیئے ایک واقعی اور سنجیدہ صلح کی بات کرلیں! اور بجائے لایعنی باتوں کے افغانستان میں واقعی صلح قائم کریں!

یہاں بات ہوگئی کہ اس کانفرنس میں خواتین کی نمائندگی نہیں ہے، بے شک یہاں ان کی نمائندگی نہیں ہے، لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ افغانستان میں کس کے حقوق محفوظ ہیں؟ اور کس کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈالا گیا ہے؟ اور کس کے حقوق پامال نہیں ہوئے ہیں؟ بلاشبہ عورتوں کو اپنے حقوق ملنے چاہییں، وہ تمام حقوق جو خدا اسے دیتا ہے۔ رسول دیتا ہے۔ شریعت اسے دیتی ہے۔ افغانی روایات سے متصادم نہیں ہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ البتہ حقوق کے نام پر جو کچھ چل رہا ہے وہ سب شریعت کے خلاف ہے۔ مثلاً منشیات کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اپنے دورِ حکومت میں امیر المؤمنین کے ایک فرمان کی بنیاد پر صفر تک یہ کاشت پہنچادی تھی۔ لیکن آج ہم پوری دنیا میں پچانوے فیصد سپلائی کررہے ہیں۔ اس کے سدباب کے لئے ایک طاقتور اسلامی حکومت درکار ہے تاکہ قانون نافذ کرسکے۔ آج تو سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ افغانستان میں قوانین کا نفاذ نہیں ہے۔ اگر کہیں نفاذ ہے بھی تو غریب پر ہے۔ جو شخص دفتر میں ہزار دس ہزار کی رشوت لیتا ہے اس کے خلاف تو قانون حرکت میں آتا ہے اور اسے بگرام لے جایا جاتا ہے اور جو روزانہ کروڑوں ڈالر چوری کر کے ملک سے باہر بھیجتا ہے اسے کچھ نہیں کہا جاتا، اسے پولیس کچھ کہہ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی اور۔

قوم کو اس وقت اطمینان آسکتا ہے۔ امن اس وقت آسکتا ہے جب قانون یکساں نافذ ہو۔ جب صدرِ مملکت اور عام شہری پر یکساں اس کا نفاذ ہوتا ہو، اس کے لئے ایک باوقار، مضبوط اور اسلامی حکومت کی ضرورت ہے۔ ایک ایسا امیر درکار ہے جو اپنے بیٹے کے چور ثابت ہونے پر اس کا بھی ہاتھ کاٹ دے اور قانون نافذ کرے۔ ایسا نہیں کہ وزیر اور امیر کے صاحبزادے پروٹوکول سے لطف اندوز ہوں اور غریب قانون کے شکنجہ میں کسا جارہا ہو۔ ان شاءاللہ ہم کوشش کریں گے کہ مذاکراتی میز پر ایک ایسی حکومت پر اتفاق کریں۔

دوسری بات! یہاں جو جنگ کے خاتمہ کی بات کی جاتی ہے اس بارے میں ایک بات بڑی واضح ہے۔ ہم کبھی جنگ کے طرفدار نہیں رہے ہیں، کیونکہ جنگ میں ہم بھی قتل ہوتے ہیں، بلکہ ہم ہی جنگ کے قربانی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جنگ اسی وقت ختم ہوسکتی ہے جب جہاد سے وابستہ تمام امیدیں اور امنگیں برآئیں! سیاف صاحب کی باتیں آپ نے روس کے ساتھ جہاد کے دور میں سنی ہوں گی۔ وہ کہتے تھے کہ استعمار کا خاتمہ تو ہوگیا مگر استعمار کی پیداوار ختم نہیں ہوئی ہے۔ جہاد کے نتائج حاصل نہیں ہوئے ہیں۔

یہ درست ہے کہ ہم نے امریکا کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔اب ہم ایک دوسرے کو نہیں مارتے مگر جو دیگر لوگ ہیں، جو امریکا کے حفاظتی دستے ہیں، وہ روزانہ گھروں پہ چھاپے مارتے ہیں۔ روزانہ خواتین کی عصمت دری کرتے ہیں۔ روزانہ بچوں اور خواتین کو قتل کرتے ہیں۔انہیں کتوں سے کٹواتے ہیں۔روزانہ بمباریاں کرتے ہیں۔ آپ آج ہی کی وزارتِ دفاع کی رپورٹ اٹھا کر دیکھ لیں۔ان کی دی ہوئی تعداد دیکھ لیں۔انہوں نے لکھا ہوگا کہ آج ہم نے اتنے سو طالبان کو مارا ہے۔تو کیا صلح اس طرح آسکتی ہے کہ آپ ایک طرف سینکڑوں لوگوں کو مارنے کی خبریں دے رہے ہیں اور دوسری طرف جنگ بندی پہ زور بھی دے رہے ہیں؟ جنگ بھی آپ کرتے ہیں، لوگ بھی آپ مارتے ہیں، بمباری بھی کرتے ہیں، چھاپے بھی مارتے ہیں اور جنگ بندی کا مطالبہ بھی کرتے ہیں، یہ بہت عجیب منطق نہیں ہے؟

اگر آپ واقعی صلح چاہتے ہیں تو خدارا! آیئے سنجیدہ اقدام کریں! امریکا کے ساتھ معاہدہ ہوگیا ہے تو آپ کون ہیں نہ کرنے والے! آپ تو امریکا کے بنائے ہوئے ہیں ،اسی کے حفاظت پر مامور دستے ہیں، اسی کے مفادات کے محافظ ہیں، وہیں سے آپ کا بندوبست اور انتظام ہوتا ہے۔افغانستان کے عوام کے مطالبہ کا ہمیں احترام کرلینا چاہیے جو کچھ وہ چاہتے ہیں ہمیں اس کی تکمیل کرلینی چاہیے۔

ایک اور بات! میرے جتنے ساتھی ہیں یہ سب مجاہدین ہیں۔اور میرے دائیں طرف (کابل انتظامیہ اور دیگر سیاسی جماعتوں کے لوگ) جو موجود ہیں ان میں بھی اکثریت روس دور کے جہاد کا حصہ رہے ہیں۔اب میں سوال کرتا ہوں کہ اس جہاد یا اُس جہاد کا مقصد کیا ہے؟ ظاہر ہے مقصد اور ہدف یہ تھا کہ افغانستان آزاد اور خود مختار ہو جائے اور اس میں اسلامی شرعی نظام قائم ہو جائے۔ لیکن یہ ہدف ابھی تک حاصل نہیں ہوا ہے۔افغانستان آج بھی آزاد نہیں ہے۔اڑتالیس ممالک کی فوج یہاں موجود ہے۔افغانستان میں اب بھی بمباری ہوتی ہے۔افغانستان میں اب بھی حکومت حاکم نہیں ہے۔اب بھی ایک ایسی حکومت کا وجود نہیں ہے جو لوگوں کی مرضی سے آئی ہو۔ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایک ایسی حکومت تشکیل دیں جسے افغان قوم کی اکثریت کی تائید حاصل ہو۔اکثریت چاہتی ہو کہ ایسا نظام ہمیں درکار ہے۔اسی کے لئے ہم جدوجہد کریں گے اور اسی کے لئے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

امریکا کے ساتھ جس معاہدے پر ہم نے دستخط کیے ہیں الحمد للہ ہماری طرف سے کوئی انحراف نہیں ہوا ہے۔جو وعدے کر رکھے تھے للہ الحمد نبھائے رکھے ہیں البتہ مقابل فریق نے کئی دفعہ انحراف کیا ہے، جس پر اسے غور کرنا چاہیے، قبل اس کے کہ کوئی بڑا نقصان در پیش ہو جائے۔ ہم ہر اجلاس میں اقوام متحدہ کی بلیک لسٹ سے امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے ناموں کا اخراج کا تذکرہ کرتے ہیں، مگر اس پر کوئی غور نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف کے لوگ ڈپلومیٹک پاسپورٹوں کے ذریعہ جہاں جانا چاہیں جاسکتے ہیں اور دوسری طرف کے لوگ بلیک لسٹ میں، ہر جگہ پولیس تک کے زیر عتاب ہو؟ آخر کیوں؟ کس لئے؟ جہاد بھی میں کرتا ہوں، قتل بھی میں ہوتا ہوں، یہ وطن بھی میرا ہے اور اس کے لیے قربانی بھی میں دے رہا ہوں، پھر بھی میں بلیک لسٹ میں ہوں اور دیگر صاحبان پاسپورٹ کے ذریعہ جاتے ہیں؟ کتنی عجیب بات ہے! یہ چیز اب ختم ہونی چاہیے۔امریکا نے جو معاہدہ ہمارے ساتھ کیا ہے اس کی بنیاد پر امریکا مجبور ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ اب وہ بلیک لسٹ کو ختم کرے۔اور اگر وہ اس کو ختم نہیں کرتا پھر تو معاہدہ ناکام ہے۔کوئی معنی نہیں رکھتا۔پھر تو معاہدہ ہی ختم ہو جائے گا۔ہمارے ہزاروں قہرمان قیدی جیلوں میں ہیں۔ہمارے ساتھ وعدہ ہوا تھا کہ یہ رہا ہو جائیں گے۔آخر اب تک وہ رہا کیوں نہیں ہوئے ہیں؟ کیوں ابھی تک جیلوں میں ہیں؟ عوامل کیا ہیں؟ اب انہیں بھی رہا ہونا چاہیے! اگر نہیں رہا ہوتے تو یہ امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوگی۔

اس لیے! یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ایک برآمد کیا گیا نظام یہاں مسلط نہ کیا جائے۔معدودے چند لوگوں کو حاکمیت نہ دی جائے۔

میں ایک دفعہ پھر کہتا ہوں جس طرح میرے بڑوں نے ابھی کہا کہ ہم صلح چاہتے ہیں اور صلح کے لیے مخلصانہ طور پر یہاں آئے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ واقعی صلح ہو، جانب مقابل بھی صادقانہ جذبے سے حاضر ہو۔آیئے مذاکراتی میز پر یہ مسائل حل کرتے ہیں۔یہ باتیں نہیں ہونی چاہییں کہ ہتھیار رکھ کر سرنڈر ہو جاو! ہمارے ساتھ مشترکہ حکومت بنالو! یہ باتیں نہیں چلیں گی۔سب مل کر میز پر بیٹھیں گے۔افغانوں کی اکثریت کی جانچ کریں گے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ انہیں کونسا نظام اچھا لگتا ہے اور کونسا نظام ان کے مسائل حل کر سکتا ہے؟ اس پر سر جوڑ کر سوچیں گے اور اس مجاہد ملت کی امنگوں کو جواب دے کر اتفاق رائے تک پہنچیں گے۔پھر امن آئے گا اور آشتی ہوگی۔

مجھ سے کچھ تلخ باتیں بھی ہوئی ہونگی جن پر میں معافی چاہتا ہوں، لیکن کیا کروں یہ ہمارے درد ہیں جن کے اظہار پر ہم مجبور ہیں۔سب ساتھیوں کا شکریہ اداء کرتا ہوں جنہوں نے میری سب باتیں غور سنیں۔

والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

افغانستان کے استقلال اور ترقی کے لیے تمام افغان اسلامی نظام پر متفق و متحد ہوں۔

روس میں منعقدہ افغان امن کانفرنس سے

امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ عبدالحکیم صاحب کی روس میں منعقدہ افغان کانفرنس سے گفتگو

نحمده ونصلي على رسوله الكريم،أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم،بسم الله الرحمان الرحيم،إِنَّ الدِّينَ عندالله الإسلام .

صدق الله العلي العظيم .

میں کچھ مختصر اور عام سی باتیں کہنا چاہتا ہوں! یہ بات تو سب کو معلوم ہے بالخصوص افغانوں کو اچھی طرح یاد ہوگی کہ امارتِ اسلامیہ کی بنیاد ملک کے استحکام، شر و فساد کے سد باب اور لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے رکھی گئی تھی۔ اس تحریک کے اٹھنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ سکھ کی سانس لے سکیں۔ اسی لئے بہت کم مدت میں اس تحریک نے افغانستان کے اکثر حصہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ کیونکہ عوام سب اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہوگئے اور یہ سب کچھ بلاشبہ اللہ کی نصرت اور عوام کی حمایت سے ممکن ہوا۔ پھر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ جو علاقے امارتِ اسلامیہ کے زیر تسلط آگئے وہاں واقعی امن قائم ہوا۔ لوگوں کی جان مال اور عزت و آبرو کو تحفظ مل گیا۔ اللہ کے قوانین بھی وہاں نافذ ہوگئے۔ جس کا دنیا نے بھی اعتراف کر لیا کہ اس طرح کا امن، اس طرح کے مثالی حالات اور الٰہی قوانین کا نفاذ بہت سارے دیگر ممالک میں وجود نہیں رکھتے۔

پھر جب استعماری قوتوں نے ایک غیر قانونی اور غیر منطقی حملہ کیا اور اس کے خلاف شرعی جہاد کا آغاز ہوا تو اس جہاد کے دو بنیادی مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ استعمار کا خاتمہ ہو جائے۔ کیونکہ لوگ آج ہزار استعمار اور جارحیت کا انکار کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ملک واقعی مستعمرہ بن گیا ہے۔ بہت سارے لوگ تھے جو اس جارحیت کو تقویت دے رہے تھے۔ اس جارحیت کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ اور یہ ایک اسلامی حکم ہے کہ استعمار کے خلاف جہاد فرض ہے۔ اس فرض کو ادا کرنے کے لئے امارتِ اسلامیہ حرکت میں آگئی اور جہاد شروع کیا۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ اللہ کا قانون اللہ کی مخلوق پر نافذ کیا جاسکے، کیونکہ افغانستان کے عوام جس طرح کہ آپ کو معلوم ہے الٰہی نظام چاہتے ہیں، فیض الباری صحیح بخاری کی ایک شرح ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اسلام میں جو قومیں مکمل داخل ہوئی ہیں اور اسی پر استقامت اختیار کیے ہیں وہ تین قومیں ہیں۔ ایک افغان قوم، دوسری ترک قوم اور تیسری قوم عرب۔ یہ تینوں اقوام سب کے سب اسلام میں داخل ہوئے ہیں تو افغان قوم اسلام میں بہت قدامت رکھتی ہے۔ اسلام ان کے آباء و اجداد سے ان کا دین چلا آرہا ہے۔ چودہ سو سال سے یہ سلسلہ ان میں جاری ہے۔ اس لئے افغانستان کے اندر اسلامی قانون کے علاوہ کسی اور قانون پر اتفاق کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی اور قانون کے ذریعہ امن آسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ افغان قوم کی فطرت اللہ نے ایسی بنائی ہے کہ اس پر کوئی بیرونی فارمولہ مسلط نہیں کیا جاسکتا۔ یہ قوم الٰہی قانون کے علاوہ کسی کا بنایا ہوا قانون مان سکتی ہے اور نہ ہی کسی اور کی بنائی ہوئی حکومت۔ سید جمال الدین افغانی نے اپنی ایک کتاب "تتمۃ البیان" میں افغانوں کی طبیعت کے حوالہ سے ایک بات یہ لکھی ہے کہ ان پر جس کسی نے کوئی قانون مسلط کیا ہے اس پر عمل نہیں ہوا ہے بلکہ اسے سختی سے ٹھکرا دیا گیا ہے۔ گزشتہ کو تو چھوڑیئے سر دست ابھی کی حالت دیکھ لیجیے! ایک قانون "خلق حکومت" نے کمیونزم کی صورت میں پیش کیا جو مسترد ہوا پھر امریکا اور اس کے ساتھیوں نے ڈیموکریسی نافذ کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ آپ دیکھ

رہے ہیں کہ مسترد کر دیا گیا۔ اس لئے یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں الٰہی قانون کے علاوہ اور کچھ بھی نافذ نہیں ہو سکتا۔

اس بنیاد پر میں افغانوں سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں، دعوتِ فکر دینا چاہتا ہوں! ہم سب صلح کے خواہاں ہیں، ہر ایک چاہتا ہے کہ امن قائم ہو جائے۔ لیکن اس پر ہم غور کیوں نہیں کرتے کہ کیسی صلح آنی چاہیے؟ یہ تو صلح کی کوئی دائمی صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ آپ اپنے طرز کی صلح چاہتے ہیں۔ میں اپنے طرز کی اور کوئی اور اپنے طرز کی۔ یہ تو امکان سے باہر کی بات ہے۔ اس لئے ہمیں اس ذات کے دیے ہوئے طریقہ پر متفق ہونا چاہیے جسے ہم اپنا خالق سمجھتے ہیں۔ جسے ہم پوری دنیا کا مالک سمجھتے ہیں اور اس ذات کے حوالہ سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا قانون سے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تمام ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اللہ اس دنیا کا خالق ہے اور یہ تو دنیا میں بھی اصول ہے کہ جو فیکٹری مثلاً کوئی گاڑی تیار کرتی ہے تو چلانے کے اصول بھی وہی طے کرتی ہے تو جب ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ افغانستان اور اس کی آبادی کا خالق اللہ ہے تو یہ ہمارے طبائع کا پتہ بھی اللہ کو ہی ہو گا۔ ہمارے چلنے کے طور طریقے بھی اللہ کو ہی معلوم ہونگے اس لئے اگر ہم اس پر اتفاق کر لیں کہ اب اللہ کا قانون نافذ کرنا ہے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے اور جو کچھ ماضی میں غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر نادم ہو جائیں تو ہماری صلح کی صدا بار آور اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔

لیکن اگر ہم صرف زبان سے صلح صلح کی آواز لگاتے رہیں تو یاد رکھیے جب تک قول کے ساتھ عمل کی معیت نہ ہو صلح کبھی نہیں آسکتی۔ خوشی کی بات ہے یہاں بہت سارے افغان زعما تشریف فرما ہیں۔ وہ زعما جن کی ڈاڑھیاں سفید ہو چکی ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ اب افغانستان پر رحم کیا جائے۔ افغانستان بہت زخم کھا چکا ہے بہت مشکلات جھیل چکا ہے بہت ستایا گیا ہے اب مزید اس سلسلہ کو روک دینا چاہیے۔ اب سب کو اپنی خواہشات اور اقتدار کی ہوس سے پیچھے ہٹنا چاہیے۔ مال و دولت کے نشہ سے اب ہاتھ اٹھا لیں۔ بس ہے اب، جتنا لوٹا گیا اس پر بس کر دو۔ اب ہمیں افغانوں کے درد اور غم کو سمجھ لینا چاہیے۔ ملت کے مشکلات کو دیکھنا چاہیے۔

اس لیے ہمیں اللہ کے قانون پر اتفاق کرنا ہو گا اللہ کا وہ قانون جو اللہ نے رسول کے ذریعہ ہمیں دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تشریح سے اسے نوازا ہے۔ صحابہ کرام نے اس کی تفسیر کی ہے اور سلف صالحین نے جسے جس صورت میں ہمارے سامنے رکھا ہے اس طرز پر ہمیں ہو بہو عمل میں لانا ہو گا۔ اپنے آپ پر اس کا نفاذ کریں! اس قوم پر اسے نافذ کریں! اسی کے لئے ہم کوشش کریں! اور سب ایک دست و بازو بنیں۔ اس سے حقیقی صلح بھی آجائے گی اور امن بھی قائم ہو جائے گا، لیکن اگر خدانخواستہ ایسا نہیں ہوتا تو صلح کبھی نہیں آسکتی؛ کیونکہ کچھ لوگ دوسروں کے قوانین افغانوں پر نافذ کرنے کی کوشش کریں گے اور افغان ان سے جہاد کریں گے اور پھر یہ سلسلہ نامعلوم مدت جاری رہے گا۔

میں مزید بات لمبی نہیں کرتا۔ میزبانوں کا شکریہ اداء کرتا ہوں جنہوں نے یہ کانفرنس منعقد کر کے افغانوں کو آپس میں مل بیٹھنے کا موقع فراہم کیا۔ افغانوں کو بھی محض رضائے خداوندی کی خاطر اب افغانستان کے مسئلے کا حل نکالنا چاہیے۔ افغانستان پر بہت کچھ گزر چکا اب مزید اس سلسلہ کو نہیں بڑھانا چاہیے۔ رحم کھانا چاہیے، حزبی، تنظیمی، لسانی اور قومی تعصبات سے بالکل غیر جانبدار ہو کر اس سلسلے کو آگے بڑھایا جائے۔

پھر ہمیں یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ افغانستان ایک غیور مملکت ہے، اس پر یہ ناگفتہ بہ حالات لا کر ہم نے اس کی یہ بدنامی کیوں کر ڈالی؟ حکومت کی کیا درگت بنی ہے؟ سیاسی تنظیموں اور افراد کی کیا حالتِ زار بنی ہے؟ عوام کس حال پر ہیں؟ یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ افغان قوم ایک مجاہد اور بہادر قوم تھی۔ مایہ ناز تاریخ رکھتی تھی، اب اس کی اس تاریخ کو پھر سے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے اپنی سابقہ نیک نامی کی طرف لوٹانے کی ضرورت ہے۔ تو سب افغانوں سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ ہم ایک ہو جائیں! اس طرح سے ایک ہو جائیں کہ اللہ کے قانون اور نظام پر متفق ہو جائیں۔ اپنے ذات پر بھی یہی اسلامی نظام لاگو کریں اور ملت پر بھی اسی کو نافذ کرنے کی کوشش کریں! حکومت کا ڈھانچہ بھی اسلامی ہو اور ملت کی تشکیل بھی اسلامی قانون کے مطابق ہو۔ واقعتاً کامیابی صرف اور صرف اسلامی قانون ہی میں مضمر ہے۔ اللہ جل جلالہ سے دعا گو ہوں کہ اسلامی نظام میں اپنی پوری زندگی ڈھالنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

مخالفین کو نرمی سے سمجھائیں اور اپنی دعوت سے متاثر کریں۔

امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے دعوت وارشاد کے نئے سربراہ مولوی امیر خان متقی کی اجلاس سے گفتگو

قارئین! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ امارت اسلامیہ کی قیادت نے مرکزی رہبری شوریٰ کے رکن رکین مولوی امیر خان متقی صاحب کو دعوت وارشاد کمیشن کے سربراہ کے طور پر مقرر کیا ہے۔اسی مناسبت سے ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں امارت اسلامیہ کے راہنماؤں نے گفتگو کی۔
ہم نے مناسب سمجھا کہ مذکورہ تقریب میں دعوت وارشاد کمیشن کے نئے سربراہ مولوی امیر خان متقی کی فکر انگیز گفتگو شریعت کے قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی رسوله محمد وعلی آله وأصحابه أجمعین أما بعد :

فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم ...... بسم الله الرحمن الرحیم

{ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ } النحل ۱۲۵

صدق الله العظیم

معزز شرکائے مجلس!

قابل قدر علمائے کرام !

مشائخ عظام اور امارت اسلامیہ کے عزت مآب قائدین !

سب سے پہلے آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ایک دینی وروحانی محفل میں مل بیٹھنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ یہ ایسی محفل ہے جہاں ہماری سوچ اور فکر کا محور اور گفتگو کا موضوع مستقبل میں دین متین کی خدمت، وطن کی آزادی اور یہاں اسلامی نظام کی حاکمیت ہے۔

امارت اسلامیہ کے انتظامی ڈھانچے میں وقت وحالات کی مناسبت سے تغیر و تبدل معمول کا واقعہ ہے۔ قیادت جسے جہاں مناسب سمجھے وہیں تعینات کرتی ہے۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کی قیادت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وانعام ہے کہ ان تعیناتیوں میں کسی نوع کے کسی تعلق اور قوم کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ اسی ادارے میں میرے پیش رو مولوی عبدالکبیر صاحب، حاجی ملا محمد حسن صاحب، مولوی نانی صاحب اور مولوی عبدالمنان عمری کی خدمات کو اللہ تعالیٰ اپنے بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس وقت دعوت وارشاد کمیشن میں خدمت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اس کمیشن کی ذمہ داریاں بھی بہت بھاری ہیں۔ امارت اسلامیہ کی قیادت کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ اس کی قیادت نے ہمیشہ اس ادارے کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ اسے خدمت ودعوت کے ادارے کے طور پر شمار کیا ہے۔

آپ اندازہ لگالیجیے کہ امارت اسلامیہ کے دور میں امیر المؤمنین کے بعد حاجی معاون صاحب مرحوم اور ملا محمد ربانی تھے، ان کے بعد ہماری تین ایسی جلیل القدر شخصیات تھیں جو گویا پوری کابینہ کے سربراہ تھے، وہ صدر اعظم کے منصب پر فائز تھے۔ ان جلیل القدر شخصیات میں حاجی ملا محمد حسن اخوند، مولوی عبدالکبیر صاحب اور مولوی نانی صاحب دامت برکاتہم تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان سب کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائیں) یہ تین شخصیات وزرا کے سرپرست رہیں اور گذشتہ کئی سالوں میں دعوت وارشاد کمیشن کی سربراہی انہی تین شخصیات کے پاس رہی ہے۔ اسی طرح ملا عبدالمنان عمری جو امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے گھرانے ہی کے آدمی ہیں، دعوت وارشاد کمیشن میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ملا منصور شہید نے امارت اسلامیہ کے ڈھانچہ میں دعوت وارشاد (جلب و

جذب) کمیشن قائم کیا تو امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے تجویز دی کہ امارت اسلامیہ میں اس وقت سب سے بزرگ شخص حاجی ملا محمد حسن اخند ہیں، وہی اس کمیشن کی سربراہی کے لیے سب سے موزوں ہیں، کیوں کہ مخالف صف سے کسی بھی آنے والے کا ان پر اعتماد رہے گا۔ یوں ملا محمد حسن اخند نے امیر المؤمنین کی تجویز پر دعوت و ارشاد کمیشن کی سربراہی قبول کر کے دیگر ساتھیوں کو بطور معاون لے لیا۔ آج الحمد للہ وہ نوجوان جو لاعلمی میں باطل کا راستہ اختیار کیے ہوئے تھے اسی ادارے کی شب و روز کی کاوشوں سے وہ مجاہدین کے ساتھ منسلک ہو رہے ہیں یا پھر اپنے گھروں میں بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ معمولی اعزاز نہیں ہے۔ بہت بڑی سعادت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے دین متین کی خدمت اس کمیشن کے کارپردازوں سے لی ہے۔ میری کبھی یہ عادت نہیں رہی کہ کسی ادارے کے کارپردازوں کی خدمات پر آنکھیں بند کر کے انھیں فراموش کرلوں۔ یہاں بہت سے ایسے اہل علم موجود ہیں جن کی خدمات، اہلیت و علمیت مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ انہوں نے اس راہ میں مجھ سے زیادہ تکالیف برداشت کیں اور مجھ سے زیادہ خطرے مول لیے ہیں۔ لہذا ان سب کی خدمات کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالی انہیں مزید خدمات کی توفیق عنایت فرمائیں۔

یہ ادارہ گویا سیاسی بنیادوں پر کام کر رہا ہے اس کے ساتھ عسکری طور پر بھی جدوجہد جاری ہے مگر دعوت کے سلسلے میں بھی کام کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ان لوگوں کو جنہیں دشمن نے مختلف حیلوں اور بہانوں کے ذریعے ورغلا کر اپنے ساتھ ملایا تھا ان کی راہ نمائی کریں، ان پر رحم و شفقت کریں۔ جو لوگ مخالف صف میں کھڑے ہیں، وہ بھی یہیں کے رہنے والے اور اسی ریاست کے بیٹے ہیں۔ ان کے بچے یہیں رہتے ہیں، بجائے اس کے کہ انھیں مار کر ان کی آخرت بھی خراب ہو جائے کیوں نہ انہیں دعوت دے کر راہ راست پر لایا جائے، تاکہ ان کی زندگی بھی بچ جائے اور ان کی نسلیں بھی گمراہی سے بچ جائیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ جس شخص کو دعوت دی جا رہی ہو ان کے ساتھ اس حد تک رواداری رکھی جائے جس حد تک اپنے گھر کے کسی فرد کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے بھائی کو باطل صف میں نہیں دیکھنا چاہتے اسی طرح اس ملک کے ہر باشندے کے لیے سوچیں کہ وہ کسی طرح باطل کے صف سے نکل کر اہل حق کے ساتھ مل جائے۔ استعمار کے مفاد کے لیے استعمال ہونے کی بجائے اس ملک کے استحکام و بقا کے لیے ان کی صلاحیتیں صرف ہوں۔

میرے بھائیو! ہمارے لیے ماحول نہایت سازگار ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں موقع بھی فراہم کیا ہے اور ہماری کامیابی کے لیے امکانات بھی بڑھا دیے ہیں۔ دیکھیں مخالفین کے ساتھ دنیا کے پچاس طاقت ور ممالک ہیں، جن کے پاس جدید ٹیکنالوجی اور اسلحہ بھی ہے اور اقتصادی طور پر بھی مضبوط ہیں لیکن اس سب کے باوجود وہ دعوت یا اپنی فعالیت کے لیے کابل سے باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ کابل ہی کے دیگر اضلاع چہار آسیاب، موسہی، پغمان، شکر درہ اور گل درہ تک نہیں جا سکتے۔ اس کے برعکس اگر آپ پیدل یا موٹر سائیکل و گاڑی میں، اکیلے یا دس پندرہ ساتھیوں کے ساتھ یہاں ہلمند سے روانہ ہو کر قندہار، زابل، غزنی، پکتیکا، پکتیا، خوست، میدان وردگ اور مشرق میں حصارک اور خوگیانی تک جائیں گے تو کوئی آپ کی راہ نہیں روک سکتا۔ آپ کو اپنی حفاظت کے لیے ایک معمولی پستول رکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ دوسری جانب ہلمند سے نیمروز، فراہ، ہرات، بادغیس، فاریاب، سرپل، جوزجان، مزار، بغلان، قندوز، تخار، ماورا، کوچکی اور درقد تک جائیں آپ کے لیے کہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہر مسجد، ہر محلے، ہر گاؤں، ہر قریے اور ہر شہر میں لوگوں کو حق کی دعوت دو لوگوں کو باطل سے رک جانے کی دعوت دو کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو گا، لیکن اس کے برعکس آپ کے مخالفین اپنے مراکز سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اس حد تک ہمارے لیے ماحول سازگار ہے۔ ہماری دعوت بھی حق ہے اور مدعا بھی حق ہے اور سہولت و آسانی بھی اللہ تعالی نے دے رکھی ہے، اب ہمیں اس سہولت و آسانی سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہم لوگوں کو اللہ تعالی کے دین، اسلامی نظام کے نفاذ اور وطن کی آزادی و حریت کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ جبکہ مخالفین اپنے فوجیوں کی ذہن سازی کرتے وقت اس بات کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ آپ واشنگٹن اور نیویارک کے مفادات کے محافظ ہیں۔ بیرونی افواج کے مفادات کے لیے لڑنے والے ہیں۔ الحمد للہ ہماری دعوت بھی حق، نعرہ بھی حق، ساتھی بھی برحق اور سرپرستی علمائے کرام اور شیوخ عظام کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان و کرم ہے۔ ہم ایک ایسی راہ کے راہی ہیں کہ اگر اس راہ میں ہمارا کوئی بھائی شہید ہوا ہے تو بڑے فخر کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شہید کا بھائی ہے، فلاں شہید کا والد یا فلاں شہید کا دوست ہے۔ لیکن مخالف صف میں اس طور پر فخر سے کوئی نہیں بتاتا کہ اس کا بھائی یا اس کا بیٹا فوج میں ہے۔ لہذا ہماری دعوت بھی حق صف بھی حق ہے۔ اتحاد و اتفاق بھی اللہ تعالی نے نصیب فرمایا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں ہماری اول و آخر کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کی جائیں۔ مفسرین

کرام "حتی لا تکون فتنۃ" میں ان تمام امور کو داخل کرتے ہیں جو اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا فرض ہے کہ جتنے فتنے ہیں ان کی سرکوبی کے لیے گھر گھر جاکر دروازے کھٹکھٹائیں، اسے جڑ سے اکھاڑنے کے لیے دعوتی مہم چلائیں۔ تاکہ ہماری دعوتی مہم سے مجاہدین کی قوت میں اضافہ ہو۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی بہت واضح اور وسیع ہے۔ دعوت کا راستہ بھی کھلا رکھا ہے جو دعوت کے راستے سے آنا چاہے آسکتا ہے ہم دیدہ و دل فرش راہ کریں گے۔ سیاسی حوالے سے مذکرات کا راستہ بھی اپنایا ہے، جس میں دلائل و منطق اور دانش کے ذریعے اپنا مقدمہ پیش کر کے اقوام عالم کو سیاسی لحاظ سے دعوت دی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی سربراہی میں ایک مضبوط مذاکراتی ٹیم تشکیل دے دی گئی ہے، جو احسن طریقے سے اپنا کام کر رہی ہے۔ اگر کوئی قوت ان دونوں راستوں سے بات نہیں مانے گی تو ان کے لیے مجاہدین دن رات مورچہ زن ہیں تاکہ ان کے شر سے خود اور اس قوم و ملت کو بچایا جاسکے۔ ان تمام میدانوں میں امارت اسلامیہ کی خدمات بہتر طریقے سے جاری و ساری ہیں اور مزید بہتری کی کوشش بھی جاری رہنی چاہیے۔

اس کائنات میں انبیائے کرام تمام مخلوقات سے افضل واشرف مخلوق ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالی کے سب سے پسندیدہ بندہ اور فرعون سب سے ناپسندیدہ اور سرکش شخص تھا۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالی حضرت موسی علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ فرعون سے نرم لہجے میں بات کرو۔ "فقولا لہ قولا لینا" لہذا ہمیں اس میں سبق ہے کہ دعوت وارشاد میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان سے نہایت نرمی و شفقت سے پیش آنا چاہیے۔ امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ صاحب حفظہ اللہ نے ہدایات میں صراحت کے ساتھ یہ بات فرمائی تھی کہ کسی مجلس میں وضو کے بغیر شرکت نہ کریں۔ جب ہم مجلس میں باوضو ہو کر جائیں گے تو اس مجلس میں اللہ تعالی برکت ڈالیں گے۔ لہذا ہمیں ان ہدایات پر بھی من و عن عمل کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ ہمارا تعلق علمائے کرام سے ہے، ہم فی الحال جس ادارے کے متعلق بات کر رہے ہیں یہ علما اور مشائخ کا ادارہ ہے۔ اس کے کارپرداز بھی علمائے کرام ہیں اس واسطے امارت اسلامیہ کے ہاں اس ادارے کی بہت قدر و اہمیت ہے۔ ہمیں بھی اسی لیے علمائے کرام کی قدر کرنی چاہیے تاکہ اس کام میں ان کا زیادہ سے زیادہ تعاون حاصل رہے۔ امارت اسلامیہ سے منسلک دیگر کمیشنز کی کارکردگی کے دائرے محدود ہیں، مگر یہ واحد ادارہ ہے جس کا دائرہ کار ملک کے تمام صوبوں اور اضلاع کے تمام دیہاتوں تک ہے۔ اس کا دائرہ کار صرف اپنے صف کے ساتھیوں تک ہی محدود نہیں بلکہ مخالف صف میں کھڑے لوگوں تک اس کا دائرہ کار وسیع ہے۔ دعوت کے ذریعے ان کی بے چینی دور کرنا، انہیں اطمینان دلانا اور اپنے ساتھ ملا لینے پر ان کے تحفظ کو یقینی بنانا اور ان کے ساتھ کیے گئے وعدے ایفا کرنا وغیرہ اس کمیشن کا دائرہ کار ہے۔ اس سلسلے میں علمائے کرام، عام عوام اور اپنے دوستوں سے تعاون لیا جائے گا۔ پچھلے تجربات سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوبارہ کام صفر سے شروع کریں۔ الحمدللہ کام بہت حد تک ہو چکا ہے۔ وسیع پیمانے پر خدمات ہو چکی ہیں۔ آپ اعلانات ملاحظہ کیا کریں، ہر ماہ تقریبا ایک ہزار سے پندرہ سو تک لوگ دشمن کے صف سے نکل کر امارت اسلامیہ کے ساتھ ملتے ہیں، اس سے اندازہ لگا لیجیے کہ کتنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہوں گے؟ کتنے ایسے جوان ہوں گے جن کے نام لکھنے سے رہ جاتے ہیں اور وہ خاموشی سے استعمار کے صف سے نکل جاتے ہیں۔ لہذا یہ بہت بڑا کام ہے، اس ادارے میں اللہ تعالی ہم سے اپنے دین متین کی خدمت لے۔ قیادت نے ہم پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور ہم سے توقعات وابستہ کی ہیں اللہ تعالی ان توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آخر میں ایک بات عرض کردوں وہ یہ کہ اگر ہم نے غفلت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اس قوم کی آزادی کے لیے لوگوں نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں، ملک میں یتیم، غریب اور در بدر مہاجرین بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں توفیق عنایت فرمائے کہ ان محروم طبقات کی دلجوئی کے لیے صحیح طریقے سے خدمت کریں۔ اللہ تعالی ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عنایت فرمائے،

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

★★★

دوحہ معاہدے پر نظرِ ثانی کی بجائے اس پر عمل درآمد کی کوشش ہونی چاہیے۔

تحریر: مولوی عبدالرحیم ثاقب

امریکا میں صدارتی انتخابات کے نتیجے میں منتخب ہونے والے صدر جو بائیڈن اور بعض دیگر حلقوں کی جانب سے دوحہ معاہدے پر نظرثانی کے بیانات سامنے آئے۔ یہ الگ بحث ہے کہ معاہدے پر نظرثانی کن مقاصد کے تحت اور کن کی خوشنودی کے لیے کی جارہی ہے، پہلے یہ بات پیش نظر رہے کہ معاہدے کے نکات کیا ہیں اور معاہدے میں فریقین پر کیا ذمہ داریاں ڈالی گئیں؟ امریکا پر جو ذمہ داریاں ڈالی گئیں ان میں سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ امریکا افغانستان سے اپنی تمام افواج کا انخلا ممکن بنائے گا۔ دوسرا یہ کہ دو مرحلوں میں تمام طالب قیدیوں کی رہائی ممکن بنائے گا۔ تیسرا یہ کہ بلیک لسٹ سے امارت اسلامیہ کے تمام راہنماؤں کے نام نکالے گا۔ چوتھا یہ کہ افغانستان کی آزادی وحریت کو تسلیم کرکے ان کے داخلی معاملات میں مداخلت سے باز آئے گا۔ یہ تمام وہ نکات تھے جو امریکا کے ذمے تھے۔ امارت اسلامیہ کے ذمے جو باتیں تھیں ان میں پہلی بات یہ کہ امارت اسلامیہ سمیت کسی بھی تنظیم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ افغانستان کی سرزمین ریاست ہائے متحدہ امریکا یا ان کے اتحادیوں کے خلاف استعمال کرے۔ دوسری بات یہ کہ امارت اسلامیہ واضح کرے گی کہ امریکا اور ان کے اتحادیوں کو چیلنج کرنے والی کسی قوت کو نہ افغانستان میں جگہ دے گی اور نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کرے گی۔ تیسری بات یہ کہ امریکا اور اتحادیوں کی سلامتی کو نقصان پہنچانے والے گروہوں کی روک تھام امارت اسلامیہ کرے گی اور سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے انھیں جگہ اور ماحول فراہم نہیں کرے گی۔ چوتھی بات یہ امارت اسلامیہ افغانستان میں ان تمام پناہ گزینوں کو پناہ دیتے وقت ہجرت کے تمام بین الاقوامی قوانین کو ملحوظ رکھے گی اور ان تمام لوگوں اور گروہوں کو جو امریکا کی سلامتی کے لیے خطرہ بنتے ہیں ویزا اور پاسپورٹ نہیں دے گی۔ ان ذمہ داریوں کا پورا کرنا دونوں فریقین کے لیے یکساں ضروری ہے۔ اب اس بات جائزہ لیتے ہیں کہ دونوں فریقین نے کس حد تک ان ذمہ داریوں کو پورا کیا۔

معاہدے کے متن میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ معاہدے پر دستخط ہونے کے بعد چودہ مہینوں میں امریکا افغانستان سے اپنی تمام افواج کا انخلا ممکن بنائے گا۔ جس کے مطابق امریکا نے افغانستان کے طول و عرض میں کئی اڈے خالی کرکے وہاں سے افواج نکال دیے۔ جس کے بعد اب افغانستان میں امریکی افواج کی تعداد 2500 ہے۔ معاہدے کے متن پر عمل درآمد کے سلسلے میں افغانستان کی جیلوں سے امارت اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدیوں کو رہائی ملی۔ امارت اسلامیہ نے بھی معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں یہ اقدامات کیے۔ معاہدے پر دستخط ہونے کے ساتھ ہی امارت اسلامیہ نے امریکی فوجی اڈوں پر حملوں میں واضح کمی کردی۔ کابل ادارے کے ایک ہزار قیدی رہا کیے، بین الافغان مذاکرات شروع کیے، کابل ادارے کے خلاف سالانہ آپریشن ختم کرکے بڑے شہروں پر حملوں کا گراف کم کردیا۔ اب اس صورت حال میں مسئلہ اور رکاوٹ کیا ہے؟ ایک سال مکمل ہوا مگر دوحہ معاہدے پر حقیقی معنوں میں عمل درآمد ہوتا نظر نہیں آرہا۔ دونوں فریقین ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کا موقف ہے کہ امریکا معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں یہ اقدامات کرے۔ بین الافغام مذاکرات شروع ہوتے ہی امریکا امارت

اسلامیہ کے رہنماؤں پر سال ۱۴۴۲ھ کے آٹھویں محرم تک پابندیاں ہٹائے گا۔ دوسرا یہ کہ بین الافغان مذاکرات شروع ہونے کے بعد اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل دیگر بین الاقوامی قوتوں کی معیت میں افغانستان کے ساتھ اسٹریٹیجک تعلقات اس طور پر شروع کرے کہ ۱۴۴۱ھ کے چوبیس رمضان المبارک تک امارت اسلامیہ [جسے امریکا ریاست کی حیثیت سے نہیں جانتا، طالبان کی حیثیت سے جانتا ہے] کے رہنماؤں کے نام تمام لسٹوں سے نکال دیں، لیکن آج اس تاریخ کے سات مہینے گزرنے کے بعد امارت اسلامیہ کے راہنماؤں پر لگائے گئے الزامات رفع ہوئے اور نہ ہی سلامتی کونسل کے بلیک لسٹ سے ان کے نام نکالے گئے۔ نہ ہی وہ سات ہزار قیدی رہا ہوئے جن کی رہائی کا وعدہ معاہدے میں کیا گیا تھا۔ امریکا کا دعوی ہے کہ معاہدے کے متن کا چھٹا نکتہ یہ تھا کہ امارت اسلامیہ اور کابل انتظامیہ تدریجی طور پر تعلقات میں تلخی کم کریں گے۔ تیسرا یہ کہ بامعنی مذاکرات کی تکمیل کے لیے دو فریقین ماحول سازگار بنائیں اور شہریوں کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔ دونوں فریقین اس بات کو یقینی بنائیں کہ ملک میں ایک دوسرے پر حملوں میں واضح کمی لائے، لیکن بین الافغان مذاکرات کے پہلے دور کے آغاز سے حملوں میں کمی نہیں لائی گئی، جس کی وجہ سے روزانہ کی بنیاد پر لوگوں کو جانی و مالی نقصان پہنچ رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق پچھلے سال افغانستان کے طول و عرض میں تین ہزار لوگ مارے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں زخمی ہوئے۔ یہ اموات ریاست کی جانب سے بمباریوں، آپریشن، ٹارگٹ کلنگ اور حملوں کے نتیجے میں ہوئیں۔ اگرچہ اقوام متحدہ کے رپورٹ میں امارت اسلامیہ کو 45 فی صد اموات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا، لیکن اگر ان واقعات کو سامنے لایا گیا تو واضح ہو جائے گا کہ ان اموات کا ذمہ دار امریکا اور کابل انتظامیہ ہے امارت اسلامیہ اس بات کا جائزہ لینا ضروری سمجھتی ہے کہ ناخوش گوار واقعات کہاں ہوئے؟ تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ اموات کا ذمہ دار کون ہے۔

دوحہ معاہدے کے بعد اگر حملوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حملے زیادہ تر کابل ہی میں ہوئے۔ جہاں کابل انتظامیہ کی رٹ ہے اور سیکیورٹی کے نام پر ہزاروں کی تعداد میں بیرونی اہل کار تعینات ہیں۔ اب کابل میں ان ناخوش گوار واقعات کا جائزہ لیں گے جو ریکارڈ کی درستی اور معاملے کے درست افہام میں معاون ثابت ہوں گی۔

12 مئی 2020 کو کابل کے دشت برچی کے ہسپتال میں دھماکہ جس میں کم از کم پینتالیس بچے اور بچیاں ماری گئیں۔ 2 جون 2020 کو وزیر اکبر خان جامع مسجد کے پیش امام استاذ ایاز نیازی پر حملہ ہوا۔ 12 جون 2020 کو شیر شاہ سوری مسجد کے کے پیش امام اور خطیب مولوی عزیز اللہ مفلح پر قاتلانہ ہوا جس کے نتیجے میں گیارہ افراد مارے گئے۔ 18 اگست کو کابل شہر پر بارہ راکٹوں سے حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں گیارہ افراد مارے گئے۔ 19 اگست 2020 کو امن کے داعی استاذ عبدالباقی امین پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ 24 اکتوبر 2020 کو کوثر دانش اکیڈمی پر حملہ ہوا جس کے نتیجے میں 75 افراد مارے گئے اور کئی افراد زخمی ہوئے۔ 2 نومبر 2020 کو کابل یونی ورسٹی پر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں 30 افراد شہید اور کئی زخمی ہوئے۔ 21 نومبر 2020 کو کابل شہر پر تیئیس میزائل داغے گئے، یہ کابل شہر پر میزائلوں کا دوسرا حملہ تھا جس کے نتیجے میں چالیس افراد مارے گئے۔ 23 دسمبر 2020 کو الیکشن کمیشن کے سربراہ یوسف رشید پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ 5 فروری 2021 کو جمعیت اصلاح کے سربراہ محمد عاطف پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ 18 فروری 2021 کو کابل یونی ورسٹی کے پروفیسر مبشر مسلم یار پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ کابل میں یہ ناخوش گوار واقعات کیوں ہوتے ہیں؟ حالاں کہ کابل دارالحکومت ہے جس میں ملک کے دیگر علاقوں کی بنسبت سرکاری رٹ بھی زیادہ ہے دیگر صوبوں کی بنسبت بیرونی افواج کی کثیر تعداد یہاں تعینات ہے، لیکن اس کے باوجود بدامنی کے زیادہ تر واقعات بھی یہاں ہوتے ہیں۔ کابل میں بدامنی کے واقعات کا گراف اس وقت بلند ترین سطح پر پہنچ گیا جب 15 اکتوبر 2020 کو امر اللہ صالح کو کابل کی سیکیورٹی کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ تب سے کابل میں سیکیورٹی کے اتنے سخت انتظامات کیے گئے ہیں جہاں پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا۔ جگہ جگہ خفیہ کیمرے نصب کیے گئے ہیں جو ایک ایک شخص کی حرکات و سکنات کو رپورٹ کر رہی ہیں، لیکن اس سب کے باوجود یہی شہر روزانہ کی بنیاد پر دو تین حملوں کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ کابل میں بہت سے بیوروکریٹس، سابق اراکین

اسمبلی، پروفیسرز اور عام عوام امر اللہ صالح کو ان حملوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ کیوں کہ کابل وہ حساس ترین جگہ ہے جہاں دنیا بھر کے میڈیا نمائندے موجود ہیں، معمولی واقعہ ظاہر ہونے کے بعد اسے میڈیا پر کوریج دی جاتی ہے۔ چوں کہ معاہدے کے مطابق رواں سال مئی تک تمام بیرونی افواج افغانستان سے نکلنے کے پابند ہیں اور یہ فیصلہ کابل ادارے کے لیے مشکل ترین مسئلہ ہے، اس لیے کابل انتظامیہ کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ امن اور مذاکرات کی تمام تر کوششیں ناکام بنائے، تاکہ بیرونی افواج کی موجودگی میں ان کے اقتدار کو دوام ہو۔ رواں مذاکرات میں امریکا کی جانب سے کابل ادارہ مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے، اس وجہ سے بھی ان کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے مذاکرات میں انھیں کچھ حصہ ملے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے زیر اثر گروہوں، داعش اور اجرتی قاتلوں کے ذریعے علما پر پے در پے قاتلانہ حملے کیے، تاکہ ایک طرف وہ اپنے سیاسی مخالفین کو راستے سے ہٹائیں اور دوسری جانب اس کی ذمہ داری بھی امارت اسلامیہ پر ڈال دیں۔ کابل ادارے کے اعلی حکام اشرف غنی کے معاون امر اللہ صالح، قومی سلامتی کے مشیر حمد اللہ محب، قومی سلامتی کے اہم رکن جنرل عبدالرشید دوستم ایسے اشتعال انگیز بیانات دیتے ہیں تاکہ حالات سنگینی میں اضافہ ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کا خون بہہ جائے۔ مثلا رواں سال 18 جنوری کو امر اللہ صالح نے قانون کی حکمرانی کے لیے منعقدہ ہائی کونسل کے ایک تقریب میں کہا کہ امارت اسلامیہ کے تمام قیدیوں کو پھانسی دینی چاہیے۔ کابل میں مختلف لوگوں پر ہوئے قاتلانہ حملے فوجی اہداف نہیں تھے۔ بلکہ مولوی ایاز نیازی، مولوی عزیز اللہ مفلح، استاذ عبدالباقی امین اور استاذ مبشر مسلم یار وہ لوگ تھے جو ہر وقت کابل ادارے پر تنقید کرتے تھے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ امارت اسلامیہ ان لوگوں کو نشانہ بنائے جو مساجد اور دینی مراکز میں خدمت دین کے ساتھ کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کے مفاسد بیان کرتے ہوں۔ اگر دوحہ معاہدے پر نظر ثانی کی گئی تو امریکا امن کے قیام کے لیے کیا اقدامات کرے گا؟ حالاں کہ وائٹ ہاوس کی نئی انتظامیہ اور کابل انتظامیہ معاہدے پر نظر ثانی کا عندیہ دے چکے ہیں، لیکن نظر ثانی کی کیفیت نہیں بتائی۔ اگر نظر ثانی میں اس بات کا جائزہ لیا گیا کہ معاہدے پر کس فریق نے کس حد تک عمل کیا ہے تو یہ نیک شگون ہوگا، اگر نظر ثانی کا مطلب معاہدے کو ختم کرنا ہے تو یہ امریکا کے معاہداتی اعتبار کو اس حوالے سے سخت نقصان پہنچا سکتا ہے جو وہ دیگر ممالک کے ساتھ رکھتا ہے، کیوں کہ امریکا نے کئی ممالک کے ساتھ معاہدے کیے ہیں اس معاہدے کے توڑنے کی وجہ سے ان معاہدات کے اعتماد کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران کے ساتھ بارک اوباما دور کے ایٹمی معاہدے توڑ دیے، لیکن آج نومنتخب صدر جو بائیڈن وہ معاہدے دوبارہ بحال کر رہے ہیں۔ اگر جو بائیڈن نے امارت اسلامیہ کے ساتھ کیا گیا معاہدہ توڑ دیا تو دنیا میں کوئی بھی امریکا پر اعتبار نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ اس کے ساتھ معاہدہ کرے گا۔

اس ساری صورت حال میں امریکا کی نئی انتظامیہ کو اس بات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہیے کہ اس معاہدے کو جسے وائٹ ہاوس نے سالوں کی محنت سے کیا ہے توڑنے سے افغانستان میں ایسی انارکی اور بدامنی کو فروغ دے گا جسے پھر نہ امریکا اور نہ ہی اقوام متحدہ قابو کر سکے گا۔ امن کے قیام کے لیے اس معاہدے کے ذریعے بہت کٹھن اور مشکل سفر طے ہوا ہے۔ چھ ہزار قیدی اسی معاہدے کے تحت رہا ہوئے ہیں۔ بین الافغان مذاکرات شروع ہوئے۔ امارت اسلامیہ اور کابل انتظامیہ کے درمیان آمنے سامنے بات چیت کے لیے فضا اور ماحول سازگار ہوا۔ اگر اتنی کامیابیوں کے بعد بھی معاہدہ توڑا جاتا ہے تو پھر معاملہ جہاں کھڑا ہے یہیں تک پہنچنے کے لیے بہت مشکل اور کٹھن مراحل طے کرنے ہوں گے۔ لہذا امریکا کی نئی انتظامیہ کو معاہدے پر نظر ثانی کی بجائے اس پر عمل درآمد کرانے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا چاہیے۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے افغانستان سے جارحیت کا خاتمہ کرے، کیوں کہ یہ جلتی آگ کی مانند ہے جتنی دیر یہاں رہیں گے اتنے ہی زیادہ آگ کی نظر ہوں گے۔

☼☼☼

امریکا کے لیے معاہدہ توڑنے کے نقصانات اور فوائد

مولوی شمس الدین منصور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولنا محمد علی آلہ وصحبہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد

سیمینار میں شریک معزز شرکاء اور سامعین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے خوشی ہوئی کہ مجھ سے قبل علمی، تحقیقی، سیاسی اور صحافتی میدان کے شہسواروں نے اپنے تحقیقی مقالات میں مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی اور بہت ہی مفید اور جامع معلومات پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وبصیرت میں مزید اضافہ فرمائے۔

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج سے ایک سال قبل 29 فروری 2020ء کو امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان قطر کے دارالحکومت دوحہ میں افغانستان کی جارحیت کے خاتمے کے حوالے سے تاریخی معاہدہ ہوا۔ جس کے بعد ہزاروں امریکی فوجی افغانستان سے نکل گئے ہیں اور دونوں فریقین کی جانب سے 6000 سے زیادہ قیدی رہا ہو چکے ہیں۔

افغان قوم کے لیے یہ معاہدہ اس لیے اہمیت کا حامل تھا اور ہے کہ اس کی وجہ سے ہزاروں امریکی فوجیوں کے انخلاء اور قیدیوں کی رہائی کے بعد ملک میں رات کے آپریشنز میں نمایاں کمی آئی ہے، ڈرون حملے تقریباً بند ہوگئے اور بین الافغانی مذاکرات بھی شروع ہوگئے۔

البتہ افغان قوم کو تب معاہدے کے مکمل ثمرات سے فائدہ حاصل ہوگا جب معاہدے کے مطابق 2021ء ماہ مئی کے آغاز تک تمام غیر ملکی افواج افغانستان سے مکمل طور پر نکل جائیں۔

جی ہاں گزشتہ ایک سال کے دوران اگرچہ امریکا کی جانب سے معاہدے کی کئی بار مخالفت کی گئی لیکن اس کے باوجود افغان قوم معاہدے سے اچھی امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ 14 ماہ کے بعد ان شاء اللہ افغانستان غیر ملکی تسلط سے آزاد ہو کر آزاد ممالک کی فہرست میں شامل ہوگا اور افغان قوم دنیا کی دیگر اقوام کی طرح اپنی کھوئی ساکھ اور آزادی دوبارہ حاصل کرے گی۔

کیا امارت اسلامیہ دوحہ معاہدے پر قائم ہے؟

امارت اسلامیہ معاہدے میں کیے گئے وعدوں کی کتنی پاسداری کی ہے اور مستقبل میں ان کی منصوبہ بندی کیا ہے؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے امارت اسلامیہ افغانستان کے نائب امیر الحاج خلیفہ سراج الدین حقانی صاحب کی گفتگو کا اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔

الحاج خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ: "دوحہ معاہدے میں جناب امیر المومنین شیخ صاحب نے نہایت دقت اور باریک بینی سے کام لیا ہے۔ عسکری میدان میں انہیں اتنا مصروف نہیں دیکھا جتنا انہیں سیاسی امور میں مصروف دیکھا، چاہے کوئی معمولی مسئلہ ہی کیوں نہ ہو، سب سے پہلے اسے رہبری شوریٰ اور بعد میں مشائخ کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور جب مکمل اطمینان کے ساتھ شریعت کے مطابق فیصلہ ہو جاتا تو بعد میں اسے قطر دفتر بھیج دیا جاتا ہے۔ امریکا کی جانب سے معاہدے کی بار بار خلاف ورزی مثلاً چھاپے اور بمباریوں کے بارے میں شیخ صاحب حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ: ہم نے شریعت کی مکمل پابندی کی ہے، ہمارے لیے اپنا مقدس دین اسلام سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ میں کہیں بھی مسلمانوں نے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ کبھی معاہدہ توڑا ہے۔ بلکہ کفار کئی بار معاہدات کی خلاف ورزی اور توڑنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر ہمیں کسی مجبوری کی وجہ سے معاہدہ توڑنا پڑا تو دھوکے اور فریب سے معاہدہ نہیں توڑیں گے بلکہ جس طرح معاہدے پر دستخط کے لیے پوری دنیا کے نمائندوں کا اجلاس طلب کیا گیا تھا بالکل اسی طرح اب دنیا کے مختلف ممالک کے نمائندوں کے ایک اجلاس میں یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے امریکا کے ساتھ ان نکات پر معاہدہ کیا تھا امریکا نے مسلسل معاہدے کے ان نکات کی خلاف ورزی کی ہے اس لیے فلاں تاریخ سے ہمارے اور امریکا کے درمیان معاہدہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی"۔ خلیفہ جلال الدین حقانی صاحب نے مزید کہا کہ شیخ صاحب حفظہ اللہ نے تمام مسئولین اور جہادی کمانڈرز کو ہدایت کی ہے کہ معاہدے کی مکمل پاسداری کریں۔ اگر ہم دس صوبوں کو غدر اور دھوکے سے فتح بھی کر ڈالیں یہ ہمارے لیے کامیابی نہیں کیوں کہ اس میں اللہ کی ناراضگی ہے اور اس سے مسلمانوں کی درخشاں تاریخ داغدار ہو سکتی ہے۔ مذکورہ بالا اقتباس اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ امارت اسلامیہ دوحہ معاہدے کے لیے ایک روشن اور معقول سیاسی موقف اختیار کیے ہوئی ہے۔ اس بارے میں اسلامی شریعت کے مزاج [جو معاہدہ توڑنے کی اجازت نہیں دیتا] کی نہ صرف رعایت کی جاتی ہے بلکہ اسے اپنا دینی اور اخلاقی فریضہ سمجھتی ہے۔

طالبان مخالف فریق امریکا نے رسمی طور پر اب تک معاہدے کے بارے میں واضح موقف اختیار نہیں کیا۔ لیکن بین الاقوامی میڈیا بائڈن اور اس کی انتظامیہ کے حوالے سے ایسی رپورٹس پیش کر رہا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکا کے نئے صدر اور اس کی کابینہ دوحہ معاہدے پر نظرثانی کا ارادہ رکھتی ہے۔ افغان قوم دوحہ معاہدے میں کسی بھی قسم کی ترمیم کو افغانستان میں جنگ کے دوام اور خطے کی بدامنی کا شاخسانہ قرار دیتی ہے اور اس کی خلاف ورزی کو خطے کو مزید جنگ کی آگ میں جھونکنے کی مذموم کوشش سمجھتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ کچھ شرپسند عناصر اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے عہدیدار ملک میں امن وامان کے قیام کو اپنے مذموم مفادات کے لیے خطرے کی گھنٹی سمجھ رہے ہیں۔ وہ پہلے سے ہی تاک میں تھے کہ کس طرح کچھ خود ساختہ دلائل اور بہانوں کے ذریعے معاہدہ توڑ کر افغانستان میں غیر ملکی افواج کے انخلاء کی مدت مزید بڑھائیں۔ جارحیت کی مدت بڑھانے کے بارے میں امارت اسلامیہ کا موقف واضح ہے کہ افغانستان سے تمام امریکا سمیت تمام غیر ملکی افواج کا انخلاء دراصل دوحہ معاہدے کی اصل روح ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میڈیا مسلسل اس کوشش میں ہے کہ دوحہ معاہدہ توڑنے کی ذمہ دار امارت اسلامیہ کو ٹھہرائے حالانکہ ان کے پاس ایسے کوئی شواہد نہیں کہ کب اور کہاں امارت اسلامیہ معاہدے کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوئی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ اسلام کی تاریخ میں کہیں بھی یہ ذکر

نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے معاہدہ توڑنے میں پہل کی ہے ہمیشہ کفار نے معاہدہ توڑنے میں پہل کی ہے۔

اگر امریکا اپنی افواج نہ نکالے؟

امریکا کی نئی حکومت اگر مئی کے آخر تک اپنے افواج افغانستان سے نہ نکالے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ ماضی کا جائزہ لیں۔ جب امریکا نے 1969ء میں شمالی ویت نام کے خلاف بڑی جنگ چھیڑ دی جس کے مقابلے میں ویت نام کے مزاحمت کاروں نے مزاحمت میں شدت دکھائی تو امریکی صدر نے غصے بھرے لہجے میں 31 اکتوبر کو شدید بمباری کا حکم دے دیا۔ جس کے بعد اس وقت کی سب سے شدید بمباری ویت نام کے مزاحمت کاروں پر شروع ہوئی۔ لیکن ان مزاحمت کاروں نے رد عمل کے طور پر امریکی فوجیوں پر ایسی تباہ کن اور کاری ضربیں لگانی شروع کیں جس کے بعد امریکی فوجیوں کے حوصلے پست ہوئے اور وہ جنگ کے نام سے ہی خوف کھانے لگے۔ اس کے بعد امریکا کے اندر جنگ کی مخالفت میں لوگوں کا سیلاب امڈ آیا۔ صرف نیویارک میں 50 لاکھ افراد نے صدر جانسن کے جنگی فیصلے کے خلاف احتجاج کیا۔ اس کے بعد جانسن سے لوگ اتنی نفرت کرنے لگے کہ اس نے آنے والے انتخابات میں حصہ لینا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے بعد رچرڈ نکسن امریکا کے نئے صدر بنے۔ جب انہیں اقتدار ملا تو ان کے پاس بھی جو بائیڈن کی طرح دو راستے تھے۔ ایک راہ یہ تھی کہ ویت نام سے اپنے تمام فوجیں نکالیں یا جانسن کی طرح جنگ کا راستہ اختیار کریں۔ اب ویت نام سے فوج نکالنے میں تردد کا شکار تھے کیوں کہ ان کے خیال میں جیسے ہی ویت نام سے امریکا کا پہلا فوجی نکلے گا تو امریکا کے سپر پاور کا غرور خاک میں مل جائے گا اور دنیا پر امریکی راج کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔ لیکن اگر جنگ جاری رکھیں تو مزید نقصانات اٹھانے کا اندیشہ تھا اور امریکا مزید نقصانات اٹھانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بالآخر طویل غور و فکر کے بعد جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ تازہ دم فوجی دستے ویت نام بھجوائے گئے، بمباریوں کا سلسلہ مزید تیز کر لیا گیا یہاں تک کہ ویت نام کے دو شہروں ہنوئی اور اوہائی فونگ پر گیارہ دنوں کے دوران ایک لاکھ بم گرائے گئے۔ جس کا مجموعی وزن ہیروشیما پر گرائے گئے ایٹم بم سے پانچ گنا زیادہ تھی۔ اس کو دیکھتے ہوئے رچرڈ نکسن نے کہا: اتنے زیادہ بم گرانے کے بعد کسی قوم کا زندہ بچنا محال ہے چہ جائیکہ وہ آزادی کے لیے مزید جدوجہد کریں، لیکن جتنا امریکا ظلم اور وحشت میں اضافہ کرتا اتنا ہی اس کے مقابلے میں مزاحمت میں تیزی آتی تھی۔ یہاں تک کہ 27 جنوری 1973ء کو امریکا نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور اپنی افواج کے انخلاء کا اعلان کیا اس کے ساتھ ہی مقبوضہ ملک سے بہت جلد اپنی افواج نکالنے کا "اعزاز" بھی امریکا کے نام ہوا۔ 29 مارچ 1973ء کو امریکی فوج کا آخری دستہ بھی شکست و ہزیمت کا داغ لیے ویت نام سے نکل گیا۔

افغانستان اور ویت نام:

جس طرح امریکا جنوبی ویت نام میں اپنے ایک کٹھ پتلی حکومت کا دفاع کرتا رہا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ اپنے کٹھ پتلی کو مسلط کیا تھا بالکل اسی طرح افغانستان میں بھی جبری طور پر ایک کٹھ پتلی حکومت مسلط کی گئی ہے۔ جس طرح جنوبی ویت نام میں مسلط شدہ حکومت اس ملک کے عوام کی نمائندگی سے محروم تھی بالکل اسی طرح افغانستان پر مسلط شدہ کٹھ پتلی انتظامیہ بھی افغان قوم کی حمایت سے محروم اور ان کی نمائندگی نہیں کر سکتی۔ جسطرح ویت نام میں ملک کے زیادہ تر رقبے پر ویت نامی مزاحمت کاروں کا قبضہ تھا افغانستان میں بھی ملک کے زیادہ تر علاقے امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول ہیں۔ ویت نام جنگ کے دوران امریکی عوام نے سڑکوں پر نکل کر جنگ کی مخالفت کی تھی بالکل اسی طرح افغان جنگ کے خاتمے کے لیے بھی امریکی عوام سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور افغانستان سے فوجی انخلاء کے لیے حکومت پر دباو ڈال رہے ہیں۔

یہاں ایک اور قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ امریکا سمیت پوری دنیا کو یہ ادراک ہونا چاہیے کہ افغانستان کے حالات دوسری دنیا کے ممالک تو در کنار اسلامی ممالک کے سیاسی حالات سے بھی مختلف ہیں۔ یہاں چالیس سالہ جنگ کی وجہ سے افغان قوم مختلف مسائل اور مشکلات سے نبرد آزما ہونے کی عادی ہو گئی ہے۔ اگر امریکا جنگ کو طول دینے اور مختلف قسم کے دباو سے افغانوں کو دھمکانا چاہتا ہے کہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور ان میں مزید مزاحمت کی قوت برقرار نہیں رہے گی تو یہ امریکا کی افغان قوم کے بارے میں خام خیالی کو ظاہر کرتی ہے اسے چاہیے کہ افغان قوم کی تاریخ کا دوبارہ مطالعہ کرے۔

اگر امریکا امن چاہتا ہے؟

اگر امریکا افغانستان اور خطے میں واقعی امن چاہتا ہے یا اسے افغانستان اور اس خطے کا امن ان کے لیے اہمیت رکھتا ہو تو پھر بغیر کسی تحمل کے دوحہ معاہدے کے مطابق مئی 2021ء تک اپنی تمام فوجیں افغانستان سے نکالے اور افغان قوم کی خود مختاری اور آزادی کا احترام کرے۔

افغانستان کو کنٹرول کرنے کی طاقت کس فریق میں ہے؟

افغانستان میں جارحیت کے خاتمے کے بعد کسی اور سنگین صورتحال سے بچانے کے لیے ایک ایسی کامیاب اور مضبوط حکومت کی ضرورت ہے جو افغان قوم کی دینی، فکری دفاع کے ساتھ افغانستان کی خود مختاری، سالمیت اور سرزمین کی حفاظت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ایسی حکومت جو افغان قوم کے قومی اقدار کا احترام اور ملک کے اندر قومی وحدت کی صلاحیت اور قابلیت سے مالا مال ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی اہلیت اور صلاحیت کس میں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ صلاحیت اس فریق کے پاس ہے جس نے امریکا کے ساتھ دوحہ میں جارحیت کے خاتمے کے لیے معاہدہ کیا۔ جو فیصلہ کرنے میں خود مختار، آزاد اور افغان قوم کی واضح اکثریت کی حمایت یافتہ ہو، جو معاہدے میں کیے گئے موجود شقوں پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لیے امریکا اور دنیا کے دیگر ممالک ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے دوحہ معاہدے کے بارے میں لیت و لعل سے کام لینے کے بجائے اس پر اچھی طرح غور کریں کہ اس طرح دنیا کے سامنے اعلانیہ معاہدے کی خلاف ورزی سے دنیا کو کیا پیغام جائے گا؟

دنیا کے دیگر خطوں میں امن کے لیے کی جانے والی کوششیں اس وقت نتیجہ خیز ثابت ہوں گی جب امریکا کی نئی حکومت مئی کے آخر تک افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔ کیوں کہ افواج کا انخلاء بیس سالہ جنگ کی آگ پر پانی ڈالنے اور انخلاء سے انکار جنگ کی آگ پر مزید تیل چھڑکنے کے مترادف عمل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ امریکا جنگ کے خاتمے کے لیے معقول راستہ اختیار کرے۔ اور اگر امریکا معاہدہ توڑ دیتا ہے تو اس کا جواب شاعر کی زبان میں یوں دیتا ہوں کہ:

شکونه هیڅ ندي پکار په دریابې خاموشۍ
سمندر تل کې توپانونه تل ژوندي ماتي

ترجمہ: دریا کی خاموشی پر دھوکا مت کھاو
[کیوں کہ] سمندر کی تہہ میں طوفان ہمیشہ زندہ ہوتے ہیں۔

(28 فروری کو دوحہ معاہدے کی سالگرہ کی تقریب سیمینار میں پڑھا گیا مضمون)

دوحہ معاہدہ اور امارت اسلامیہ کی کامیابیاں

تحریر: مولوی محمد ابراہیم نبیل

الحمدلله رب العالمین و العاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین محمد وعلی آله واصحابه اجمعین وبعد!

فقد قال الله تعالی فی محکم کتابه وهو اصدق القائلین: أعوذ بالله من الشیطان الرجیم:

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۲۶) [الانفال] صدق الله العظیم

سیمینار کے نام کے پیش نظر میں نے "دوحہ معاہدے اور امارت اسلامیہ کی کامیابیاں" کے عنوان سے اپنا مضمون مرتب کیا ہے۔

سب سے پہلے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کی کامیابیاں صرف اس تحریک کے رہنماؤں کی کامیابیاں اور کارنامے نہیں ہیں جن سے وہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ یہ پورے ملک اور ملت کی کامیابیاں اور کارنامے ہیں، اگرچہ امارت اسلامیہ کی قیادت سے لیکر ایک عام کارکن تک سب نے اس راستے میں ناقابل فراموش قربانیاں دی ہیں، لیکن اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ عوام کی حمایت اور تعاون کے بغیر یہ سفر طے نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ افغان عوام نے سب سے بڑھ کر قربانیاں دی ہیں۔

سیمینار کا ماحول مطالبہ کرتا ہے کہ دوحہ معاہدے سے امارت اسلامیہ افغانستان کی کامیابیوں کو اجاگر کیا جائے۔ ذیل میں تمام کامیابیوں کا اجمالی خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ کی توجہ کا مستحق ہوگا۔

اگر ہم عام طور پر ان کامیابیوں پر نگاہ ڈالیں تو انہیں دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں: پہلی سیاسی یا غیر ملکی کامیابی اور دوسری عسکری یا عوامی کامیابی۔

جارحیت کا خاتمہ:

اگر ہم اس معاہدے کے دیگر فوائد اور کامیابیوں کو چھوڑ کر صرف ایک نکتہ پر توجہ دیں کہ اس معاہدے کی بدولت جارحیت کا خاتمہ ممکن ہوا تو یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی افغانستان کی گزشتہ اور آئندہ تاریخ میں مثال نہیں ملے گی، طاقت ور ممالک جو جدید ہتھیاروں اور جوہری طاقت سے لیس ہیں اور معیشت پر ان کا کنٹرول ہے، ان سے آزادی کی باضابطہ سند حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ ترقی اور خوشحالی کا پہلا دروازہ آزادی اور خود مختاری کا حصول ہے، آزادی کے بغیر دنیا کے ساتھ ترقی میں مقابلہ کرنا غیر معقول اور خلاف حقیقت ہے، امارت اسلامیہ نے بار بار یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی اقدار اور ملک کے اعلی مفادات کا تحفظ ہماری اولین ترجیح ہے۔

دنیا میں سیاسی ساکھ:

سیاسی یا بین الاقوامی کامیابیوں سے متعلق معاہدہ کرنے سے امارت اسلامیہ نے دنیا میں جو حیثیت حاصل کی اور اسے جو پذیرائی ملی، اتنی حیثیت تو بہت سے ممالک کو بھی حاصل نہیں ہو گی، کیونکہ یہ معاہدہ ایک یا دو ممالک کے ساتھ نہیں بلکہ درحقیقت یہ مغرب، امریکہ اور یورپ کے ساتھ ایک سیاسی معاہدہ ہے جس کو اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل سمیت خطے کے مختلف ممالک کی حمایت حاصل ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ کابل حکومت کی تشکیل انہوں نے کی تھی لیکن اس کو نظرانداز کر کے امارت اسلامیہ کے ساتھ اس ملک اور عوام کے نمائندہ کی حیثیت سے سمجھوتہ کیا، آج کے دور میں اتنی اہم سیاسی حیثیت حاصل کرنا کامیاب سفارت کاری کا نتیجہ ہے جو سیاسی معاہدے کی بدولت ممکن ہوا۔

سیاسی بصیرت کا لوہا منوانا:

امارت اسلامیہ کی قیادت، سیاسی کمیشن اور عام طور پر طالبان کی سیاسی بصیرت اور دانشمندی کو پوری دنیا نے تسلیم کر لیا ہے بلکہ یہ دنیا میں بہت ساری تحریکوں کے لئے قابل تقلید عمل ہے۔

افغانستان میں عدم مداخلت کی ضمانت:

معاہدے کے متن میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ "امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان کی خود مختاری اور سیاسی آزادی کے خلاف طاقت یا دھمکی کا استعمال نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کریں گے۔" افغانستان کی آزادی اور خود مختاری کا تقاضا بھی یہی ہے، آزادی لینے کا معاہدہ ایسی تاریخ ساز دستاویز ہے جس پر رہتی دنیا تک افغان فخر کریں گے، عالمی سطح پر وطن عزیز کے معاملات میں عدم مداخلت کی دستاویز افغانستان کا سب سے اہم کارنامہ ہے جو امارت اسلامیہ نے حاصل کیا۔

فوجی یا ملکی کامیابیوں کے سلسلے میں بھی بہت کچھ حاصل کیا گیا ہے جو امارت اسلامیہ کی کامیاب حکمت عملی کا نتیجہ ہے، ذیل میں کچھ اہم کامیابیاں آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

قیدیوں کی رہائی:

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ معاہدہ کی پہلی شقوں میں بطور شرط (5000) قیدیوں کی رہائی شامل کی گئی تھی حالانکہ اس شق پر عمل درآمد میں تاخیر بھی ہوئی اور جس طرح معاہدے کا تقاضا تھا اسی طرح مقررہ وقت پر اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تاہم ان قیدیوں کی رہائی اہم کامیابی ہے، خدانخواستہ اگر معاہدے پر مکمل طور عمل درآمد نہیں ہوا پھر بھی یہی کافی ہے کہ اس معاہدے کے تحت اتنی بڑی تعداد میں قیدی رہا ہو گئے، امارت

اسلامیہ اپنے افراد اور ماتحت مجاہدین کی زندگی اور صحت پر گہری توجہ دیتی ہے اور اس سلسلے میں اس کی سنجیدگی بہت واضح ہے۔

ڈرون حملوں کی بندش:

امریکی جارحیت کے خلاف مزاحمت کے دوران بہت سارے نشیب و فراز آئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ اور نیٹو اس دور کی جدید ترین فوجی طاقتیں ہیں، ان کی افواج جن ہتھیاروں سے لیس ہیں، کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ان کا زمینی اور فضائی سازوسامان جدید خطوط پر استوار ہے، ان ہتھیاروں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل کام تھا، ظالمانہ بمباریاں اور بالخصوص ڈرون حملے قابل ذکر ہیں جو بلاشبہ انتہائی خطرناک اور موثر ذرائع تھے، معاہدے کے تحت کسی حد تک ان حملوں کو روکنا مجاہدین کے لئے اہم کامیابی ہے۔

رات کے آپریشن کی روک تھام:

دوحہ معاہدے کی بدولت دشمن کی جانب سے رات کے وقت فوجی کارروائیوں کی روک تھام اہم اور قیمتی اقدام ہے جس کے ذریعے عوام نے سکھ کا سانس لیا اور شہری ہلاکتوں میں نمایاں طور پر کمی واقع ہوئی، مجاہدین رات کی کارروائیوں سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ ہتھیاروں سے لیس تھے اور ہر وقت چوکس کھڑے رہتے تھے، عام طور پر رات کے آپریشن کے متاثرین عام شہری تھے، وہ ان کارروائیوں کا دفاع نہیں کر سکتے تھے۔

مجاہدین کے جانی نقصانات میں کمی:

جس طرح امریکی فوجی اس معاہدے کے ذریعے محفوظ ہوئے، اسی طرح مجاہدین اور عسکری رہنماؤں کے جانی نقصانات بھی کم ہوگئے، معاہدے کے بعد اگرچہ کبھی کبھار خلاف ورزیاں بھی ہوتی رہی ہیں لیکن عام طور پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے جانی نقاصات میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔

بلیک لسٹ سے رہنماؤں کے ناموں کا اخراج :

امریکہ نے امارت اسلامیہ پر پابندیاں عائد کرنے کے علاوہ اس کے اہم رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ میں شامل کئے، اس کے ساتھ طے پانے والے معاہدے کی ایک کامیابی اس فہرست سے اہم رہنماؤں کے نام خارج کرنے کی ہے، اگرچہ ابھی تک سب کے نام بلیک لسٹ سے خارج نہیں ہوئے ہیں تاہم بعض رہنماؤں کے نام نکالے گئے ہیں، جو کہ ایک کامیابی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے رہنما مختلف ممالک کے دورے بھی کر رہے ہیں۔

افغانستان میں ترقی کی راہ ہموار کرنا:

دوحہ معاہدہ جو ملک میں امن واستحکام کی طرف پہلا بڑا قدم ہے، اس پر عمل درآمد کرنے سے تمام بنیادی پیشرفتوں اور خوشیوں کے لئے راہ ہموار ہوگی، ملک سے بحرانوں اور مسائل کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے، اس معاہدے پر دستخط کرنے سے ملک میں ترقی کی راہ ہموار ہوگئی، اگر اس پر پوری طرح عمل درآمد ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معاہدہ اس ملک کی ترقی کی بنیاد ثابت ہوگا۔

افغان عوام کی فلاح وبہبود:

مذکورہ معاہدے کی کچھ شقوں پر عمل درآمد سے افغان عوام نے کسی حد تک سکھ کا سانس لیا اور پرامن ہوگئے، انہیں کسی حد تک تکلیف، تشدد اور جانی نقصانات سے نجات ملی، اگر اس معاہدے پر مکمل طور عمل درآمد ہوا تو بلاشبہ ہمارے تمام لوگ اس کے ساتھ پُرامن ہوں گے کیونکہ امن قائم ہوگا اور امن کے قیام سے یہ متاثرہ قوم مصائب و تکالیف سے چھٹکارا پائے گی لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ افغان عوام کی فلاح و بہبود اور خوشحالی بھی اس معاہدے میں مضمر ہے۔

افغانستان میں ایک جامع اسلامی نظام کے قیام کی راہ ہموار کرنا:

اسلامی نظام کا قیام امارت اسلامیہ کے سب سے بڑے اور بنیادی اہداف میں سے ایک ہے، تحریک کے آغاز سے اب تک اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے لازوال قربانیاں دی گئی ہیں اور دی جارہی ہیں، اس معاہدے میں یہ شق بھی شامل ہے کہ "امریکہ اور امارات اسلامیہ افغانستان "ایک دوسرے کے ساتھ مثبت تعلقات چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں قائم ہونے والی نئی افغان اسلامی حکومت اور امریکہ کے درمیان تعلقات مثبت ہوں گے۔"اس مقصد کی جانب یہ ایک اہم کامیابی ہے، یہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے پہلا قدم ہے، امریکہ کو نئی اسلامی حکومت کے قیام پر آمادہ کیا گیا ہے جو امارت اسلامیہ کی دوراندیش قیادت کی بصیرت کا نتیجہ ہے، اور یہ معاہدہ کی ایک اہم کامیابی ہے۔

دوحہ معاہدے پر دستخط اور پھر اس طرح کی تقریب جس میں تقریبا دنیا کے بیشتر بااثر ممالک کے وزرائے خارجہ اور سفیروں نے شرکت کی تھی، کا انعقاد امارت اسلامیہ کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرنے کا باضابطہ اعلان ہے، بلکہ امارت اسلامیہ کے جائز موقف کو سند جواز فراہم کرنا ہے، اس اقدام سے جارحیت کے خلاف مزاحمت کے دوران ہونے والے تمام دعوے درست ثابت ہوئے، لہذا امریکہ کے ساتھ دوحہ معاہدہ کرنا امارت اسلامیہ کی اہم کامیابی ہے۔ دوحہ معاہدے سے امارت اسلامیہ کی چند کامیابیوں کے بارے میں کچھ باتیں آپ حضرات کے سامنے پیش کردیں، میں سمجھتا ہوں کہ اہم موضوع سے متعلق اتنی باتیں کافی نہیں ہیں لیکن وقت کا خیال رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کروں گا۔ اس سیمینار کے انعقاد کا اقدام قابل ستائش ہے، درحقیقت ایسے وقت میں اس طرح کا اجتماع بہت ضروری ہے اور یہ افغانستان میں امن و سلامتی کے لئے ایک مثبت قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو امن کا گہوارہ بنائے اور تمام مصائب سے قوم کو نجات عطا فرمائے۔

(28فروری کو دوحہ معاہدے کے سیمینار میں پڑھا گیا مضمون)

شاہراہوں پر سانحات کا المیہ

تحریر: سعید صارم

جب کوئی ملک عالمی قوتوں کا مستعمرہ بن جاتا ہے اور وہاں جنگ اور بدامنی کے باعث کرنے کے اصل کام لوگوں کے حافظے سے محو ہو جاتے ہیں۔ تو وہاں سانحات اور المیوں کا کوئی شمار نہیں ہوتا۔ ایک المیہ ختم ہوتے ہی دوسرا المیہ سر اٹھاتا ہے، یوں انسان بھی وحشی صفت بن جاتا ہے حتی کہ اس کی وحشت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ شیطان بھی پناہ مانگنے لگ جاتا ہے۔ گذشتہ ماہ مال بردار گاڑیوں کے ٹرانسپورٹرز نے ہڑتال کیا۔ یہ ہڑتال اگرچہ سب سے پہلے قندہار میں کابل تا قندہار مال بردار گاڑیوں کے مالکان نے کیا مگر جب ملک بھر میں اس کی گونج پہنچی تو سب نے دوسروں کی دیکھا دیکھی تمام بڑی شاہراہیں بند کر دیں۔ یہ ہڑتال معمول کا ہڑتال نہیں ہے جو عموما ایک دو گھنٹے کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ اس ہڑتال کے ساتھ ہی فوراً اشیائے خورد نوش کی قیمتیں بھی بڑھ گئیں جس کی وجہ سے لوگ کافی مشکلات میں رہے۔ میں ان ہڑتالوں کے اقتصادی نقصانات کا تذکرہ نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے ساتھ میرا کوئی کام ہے، مگر ٹرانسپورٹرز یک زبان ہو کر میڈیا پر چیک پوسٹوں پر مامور اہل کاروں کے ناروا رویے کا رونا روتے ہیں، یہ بہر حال تشویش ناک امر ہے اور اس صورت حال نے نوے کی دہائی میں عام شاہراہوں پر اہل کاروں کی بھتہ خوری کی یاد تازہ کر دی جو کہ طالبان کے ظہور کا بنیادی سبب تھا۔ جارحیت کے آغاز سے آج تک جس کثیر تعداد میں بیرون امداد سے ڈالر یہاں آئے اس کے نتیجے میں تجارت کو فروغ دینے کے ساتھ بڑی شاہراہیں جدید طرز پر بنائی جا سکتی تھیں، لیکن بد قسمتی سے سب سے زیادہ بڑے تاجروں کی زندگیاں خطرے میں ہیں اور شاہراہوں کا حال یہ ہے کہ آج ملک بھر میں ہڑتال اور معاشی پہیہ جام ہے۔

بات ڈالر اور در آمدات و بر آمدات کی نہیں ہے بلکہ ایوان صدر کے چھتری تلے اخلاق باختگی کے مظاہر کی ہے جس نے حالات دوبارہ نوے کی دہائی تک پہنچا دیے۔ احتجاجی مظاہرے کے دوران ایک ڈرائیور کا کہنا تھا "میری کار میں مہاجرین کا ایک خاندان سوار تھا جو نقل مکانی کر رہے تھے، چیک پوسٹ پر روکا گیا تو بھتہ میں بڑی رقم کا مطالبہ کیا، خاندان والوں نے جواب دیا ہم غریب ہیں اتنی بڑی رقم ادا نہیں کر سکتے، اہل کاروں نے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ کہا جب پیسے نہیں ہیں تو خاتون کو اتار دو۔" یہ محض بڑی شاہراہوں پر ایسی بھیانک واقعات کا ایک نمونہ ہے۔ یہ ایک معمول بن چکا ہے کہ کم عمر بچوں کو پکڑ کر پھر اسے بھاری رقم کے بدلے چھوڑ دیتے ہیں۔ مارنا پیٹنا اور گالیاں بکنا تو معمول بن چکا ہے، بہت سوں کو جان سے مار دیتے ہیں۔ اس طرح کے ظالمانہ حکومت میں اس سے زیادہ بھیانک واقعات کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس حکومت کو بھی لوگ منتخب حکومت کہہ کر فخر کرتے ہیں۔ اگر سرکاری حکام میں معمولی سی غیرت و حمیت باقی ہوتی تو بہت پہلے حکومت سے استعفادے چکے ہوتے، کیوں کہ ان کے حکومت کی بنیاد ہی ظالمانہ بنیادوں پر ہے۔

سرکاری حکام ترقی کے دعوے کرتے نہیں تھکتے، ان سے پوچھنے کا حق بنتا ہے کہ کیا یہی ترقی ہے جس کا دعوی کیا جا رہا ہے؟ اسے اس لیے ترقی کہا جا رہا ہے کہ جمہوریت کا راگ الاپنے والے سرکاری حکام اسے ترقی کہتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ عین وہی نوے کی دہائی کی صورت حال ہے جو چیک پوسٹوں پر ظلم و جبر، انارکی اور طوائف الملوکی کے صورت میں قائم تھی اور آج اقوام متحدہ اور دیگر عالمی قوتوں کی نگرانی میں جمہوریت کے چھتری تلے یہ سب ہو رہا ہے۔ ملک کے باشندوں نے بارہا جمہوریت سے اپنی برات کا اعلان کیا ہے۔ تاجروں، منی چینجرز، ڈرائیوروں اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں نے مہینوں ہڑتال کیے مگر حکام کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کسی چیز پر حکم اس کا نتیجہ ظاہر ہونے کے بعد ہی لگتا ہے۔ ہماری مملکت میں جمہوریت نے ہر مصیبت کا نقد نتیجہ فراہم کیا ہے۔ سہولتیں مہیا کرنے سے رہے عوام کی جان و مال کا تحفظ کرنے میں بھی مکمل طور پر ناکام ہے۔

☼☼☼

دھوکہ دہی اور خیانت سے احتراز لازم ہے

تحریر: حسن مومند

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کے نام سے امن معاہدہ طے ہوا تو اس وقت عربوں کی مخالفت کی وجہ سے اسلام کی دعوت اور اس کے احکام کی تبلیغ کا راستہ رکا ہوا تھا، اس معاہدے کی بدولت دعوت اور تبلیغ کے بند راستے کھل گئے اور دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا بہترین موقع میسر آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بڑی طاقت روم کے بادشاہ ہرقل، دنیا کی دوسری بڑی طاقت شاہ فارس کسری، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، مصر کے بادشاہ مقوقس، امیر بحرین منذر بن ساوی، عمان کے بادشاہ جیفر، یمامہ کے حکمران ہوذہ بن علی اور دمشق کے امیر حارث غسانی جیسے دنیا کی تمام بڑی طاقتوں اور مشہور حکمرانوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے خطوط ارسال کیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ قیصر کو سیدنا دحیہ کلبی کے ہاتھ سے ایک خط بھیجا۔

رومیوں کی جانب سے فارس کو فتح کرنے کے بعد روم کے بادشاہ قیصر شکر ادا کرنے کے لئے حمص سے بیت المقدس آئے تھے، دحیہ کلبی بصرہ کے امیر کے راستے بیت المقدس پہنچے اور قیصر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک خط دیا، قیصر اور دحیہ کلبی کے مابین مختصر گفتگو ہوئی اور دحیہ کلبی نے قیصر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تعارف کرایا، قیصر نے دحیہ کلبی سے وقت مانگا اور اگلے دن اس خط کا جواب دینے کا وعدہ کیا اور حکم دیا کہ ان کے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے قبیلے سے جو لوگ ہمارے ملک آئے ہیں وہ میرے پاس لائیں تاکہ میں ان سے حقیقی صورتحال معلوم کر سکوں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دنوں ابو سفیان (جس نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا) کی سربراہی میں قریش کا تیس رکنی قافلہ تجارت کے لئے شام آیا تھا اور غزہ میں قیام پذیر تھا، ابو سفیان اور ان کے ساتھیوں کو غزہ سے قیصر کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

یہ بہت ہی اعلی سطحی میٹنگ تھی، جس میں مملکت روم کے اعلی حکام، قسیسین اور راہب سبھی موجود تھے، قیصر نے ابو سفیان اور ان کے ساتھیوں کو ایک ترجمان کے ذریعہ مخاطب کیا اور ان سے پوچھا، آپ میں سے کون نسب کے لحاظ سے نبوت کے اس دعویدار کا قریبی رشتہ دار ہے؟ ابو سفیان نے کہا میں ہوں، قیصر نے کہا آپ میرے قریب بیٹھو اور دوسرے قریش کو ان کے پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا، میں ان سے کچھ سوالات کروں گا اگر انہوں نے جھوٹ بولا تو آپ ان کی نشاندہی کریں، ابو سفیان کہتے ہیں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ میرے جھوٹ کو پکڑیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔

قیصر نے ابو سفیان سے دس "سوالات" پوچھے، ان دس سوالوں میں سے ایک یہ تھا کہ کیا وہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) عہد شکنی کرتے ہیں، ابو سفیان نے کہا نہیں! انہوں نے کبھی بھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ ان دنوں ہمارے اور ان کے درمیان امن معاہدہ ہوا ہے، ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ آگے کیا کریں گے؟ ابو سفیان کہتے ہیں: مجھے اس کے علاوہ اور کوئی موقع نہیں ملا، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ (فواللہ ما التفت الیھا منی) قیصر نے پھر جب تمام سوالوں اور جوابات پر تبصرہ کیا ہے تو اس سوال کے جواب کے بارے میں کہا ہے کہ: وسألتک ھل یغدر فذکرت

ان لا، وکذلک الرسل لا تغدر۔ (میں نے پوچھا کہ کیا وہ دھوکہ دیتا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں۔اسی طرح انبیاء دھوکہ نہیں دیتے۔)

اس کا مطلب یہ ہے کہ معاہدوں پر عمل درآمد کرنا تمام نبیوں کا کام ہے اور معاہدوں کو توڑنا کسی پیغمبر کا طریقہ نہیں ہے، اپنے دین، عزت، قوم اور ملک کا دفاع کرنا اور اعلاء کلمۃاللہ کے لئے جہاد کرنا اور جہاد کے لیے رائج الوقت تمام مضبوط وسائل اور جدید آلات استعمال کرنے کے جواز کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہمیں وسائل رکھنے، بڑھانے اور مضبوط بنانے اور جنگ کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور ہم ایسا کرنے کے پابند ہیں لیکن ہماری تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ ہم کبھی بھی آلات حرب کے ذریعے کامیاب نہیں ہوئے ہیں اور جب بھی ہم نے اپنے وسائل اور آلات پر بھروسہ کیا ہے تو ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

مسلمان ہمیشہ اللہ تعالی کی مدد سے فاتح رہے ہیں اور خدا کی مدد اس وقت ہوتی ہے جب وہ خدا کے قانون پر عمل کریں، شریعت کی پابندی کے بغیر اللہ کی فتح اور دشمن کے خلاف مسلمان کی کامیابی ناممکن ہے، مسلمانوں کے امیر دشمن کے ساتھ معاہدہ کریں تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ معاہدے کی پاسداری کریں، شریعت میں دشمن کو دھوکہ دینا یا خفیہ طور پر معاہدے کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، اسے شریعت میں غداری کہا جاتا ہے، جو ایک سنگین گناہ ہے، غداری ایک بہت بڑا گناہ ہے پھر نفع کے بارے میں سوچنا بہت بڑی غلطی ہے، اگر مجھے اس میں سو فوائد نظر آئیں تو یہ فوائد نہیں ہو سکتے ہیں، اہم بات یہ ہے کہ ہم شریعت پر عمل کرنے کے پابند ہیں، نتائج اور فوائد حاصل کرنے کے پابند نہیں ہیں، اور اس معاہدے کے بارے میں اپنی سوچ اور منشا سے خوبی اور برائی کا فیصلہ کرنا اور اس پر عمل کرنا انتہا پسندی ہے، ایک بار جب ہم اپنے دشمن سے معاہدہ کرلیں تو پھر اس کی پابندی کرنا شرعی ذمہ داری ہے اور اس معاہدے کی مخالفت غداری ہے جو کہ گناہ ہے اور اس کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے (باب اثم من عاھد ثم غدر) کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قال رسول اللہ ﷺ اربع خلال من کن فیه کان منافقا خالصا من اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا عاھد غدر و اذا خاصم فجر من کانت فیه خصلة منھن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعھا۔ چار خصلتیں ہیں، جس شخص میں وہ پائی جائیں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی حتی کہ اسے ترک کردے، وہ خصلتیں یہ ہیں: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب کوئی عہد کرے تو بے وفائی کرے اور جب جھگڑا کرے تو ناحق چلے۔

لہذا معاہدے کے بعد دھوکہ دہی انسان کو منافق بناتی ہے اور یہ شریعت میں منافقت سمجھی جاتی ہے، اگرچہ نفاق کے ذریعہ کوئی کام بظاہر مفید بھی لگتا ہے لیکن اس میں خیر نہیں ہوگی۔

اللہ تعالی نے ہمیں بہت اچھا موقع دیا ہے، اگر ہم خیانت سے باز آجائیں تو اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہوگی، دنیا تک ہم اپنا پیغام پہنچا سکیں گے، ہمارے بارے میں جو منفی ذہن پایا جاتا ہے یا جو پروپگنڈہ کیا گیا ہے، اس کو تبدیل کریں گے، دنیا کو اپنا مسلمان، دیانتدار اور پر عزم چہرہ دکھائیں گے اور اس کے اعتماد کو حاصل کریں گے۔

ہاں! اگر دشمن کی طرف سے خیانت کا قوی امکان ہو تو معاہدہ توڑنا جائز ہے بشرطیکہ فریق اول کو معاہدہ توڑنے کے بارے میں کافی معلومات ہوں لیکن معاہدہ توڑنے اور دھوکہ دے کر خیانت کرنے میں بہت فرق ہے۔

☆☆☆

کمانڈر عزیز خان شہید کی حیات اور خدمات پر ایک نظر

تحریر: عبدالستار سعید

ہمارا ملک تاریخ کی ایسی غیور ہستیوں اور ایسے باہمت خاندانوں کا گہوارہ رہا ہے جنہوں نے پوری زندگی اسلام کی دفاع اور کفر کے استعماری پنجہ سے اسلامی مملکت کی آزادی کے حصول کے لیے وقف کردی۔

ان خاندانوں میں ایک خاندان مرحوم حاجی جہان جہانی آکا کا بھی ہے۔ جس نے کمیونسٹ انقلاب سے لے کر حالیہ امریکی جارحیت تک نسل در نسل جہاد کا محاذ گرم رکھا اور پوری بہادری اور استقامت سے دینی مقدسات کا دفاع کیا۔ اس خاندان کے ایک عظیم فرد عزیز جان تھے جن کی زندگی کے کچھ حالات یہاں ذکر کریں گے۔ مگر شہید عزیز خان کے حالاتِ زندگی سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مجاہد پرور گھرانے اور قہرمان غازی شہید ملامدد خان کے بارے میں بھی کچھ تفصیلات یہاں ذکر ہو جائیں، تاکہ اس خاندان کا جہادی پس منظر واضح ہو جائے جہاں سے عزیز خان شہید جیسے متعدد غازیانِ اسلام نے جہادی تربیت حاصل کی تھی۔

شہید ملامدد خان گھرانے کے حاجی جہان اکا کا تعلق پشتون قوم کے ترہ کئی قبیلے سے تھا، کمیونسٹ انقلاب سے پہلے افغانستان کے جنوبی شہروں (بالخصوص زابل) میں یہ خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ اکثر صوبہ زابل کے مرکز قلات کے مضافات میں کہیں خیمہ زن رہتے۔ حاجی جہان آکا ایک معمر مگر غیور اور دین دار شخص تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں آٹھ بیٹوں سے نوازا تھا جن کے نام بالترتیب درج ذیل ہیں۔ حاجی دارو خان، شہید ملامدد خان، شہید عزیز خان، شہید حبیب خان، امیر خان حقانی، عظیم خان، محبوب خان اور عبداللہ۔

حاجی جہان اکا نے اپنے دوسرے بیٹے ملامدد خان جسے اللہ تعالی نے حسنِ صورت اور حسنِ سیرت سے نوازا تھا کو دینی تعلیم کے لئے وقف کرر کھا تھا، اور کمیونسٹ انقلاب سے قبل زابل کے مختلف علاقائی مدرسوں میں تعلیم سے وابستہ رہے تھے۔ جب مئی 1978ء میں مشہور انقلاب ثور کے موقع پر روس نے حملہ کیا اور کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی۔ اس وقت ملامدد خان نے عمر کی بیس بہاریں دیکھی تھیں، اور زابل کے جلدک علاقہ میں ملا اختیار اخند کے ہاں پڑھ رہے تھے۔

کمیونسٹ حملے کے بعد افغانستان کے جنوب میں جہاد کے مؤسس شہید ملاموسی کلیم آخند نے صوبہ زابل سے اپنا جہادی سفر شروع کیا تھا اور مختلف علاقوں میں روسی فوجوں کے خلاف کارروائیاں شروع کیں۔ طالب العلم ملامدد خان جو جہادی جذبہ سے سرشار تھے ملاموسی کلیم کے ساتھیوں میں شامل ہوئے۔ چونکہ اس وقت ہتھیاروں کی بہت ہی زیادہ کمی تھی اس لئے جب مجاہدین "شہر صفا" ضلع کے مرکز پر حملہ کرنے جارہے تھے تو شہید مدد خان نے ایک چاقو لے کران کے ساتھ شرکت کی، اور اسی چاقو کی مدد سے اس کارروائی میں دو کمیونسٹ فوجیوں کو سرنڈر کرواکے ہتھیار ہتھیا لیے۔

اس طرح ملامدد خان بہت جلد مجاہدین کے درمیان ایک بہادر، متدین اور بااستعداد غازی کے طور پر شہرت پاگئے۔ اس وقت ملاموسی کلیم اور اس کے معاون ملاعبدالغفور نیازی نے قلات کے جنوبی سمت "سورغر" کے سرخگان علاقہ میں محاذ بنالیا تھا۔ ملا مدد خان نے ایک بہادر اور شیر دل مجاہد کی صفت سے ان کی معیت اختیار کرلی۔

سن 1980ء میں ملاموسی کلیم اور ملاعبدالغفور نیازی کی شہادت کے بعد کمانڈر غیاث الحق سرخگان محاذ کے امیر اور ملامدد اس کے معاون مقرر ہوگئے۔ اس وقت سے ملامدد "معاون مدت" یا صرف "معاون" کے نام سے مشہور ہوگئے اور آج تک اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ سرخگان محاذ نہ صرف زابل کی سطح پر بلکہ افغانستان کے مکمل جنوبی حصے کے ایک اہم اور مؤثر جہادی محاذوں میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ زابل کے علاوہ آس پاس کے دیگر علاقوں کے نامور مجاہدین بھی اسی محاذ سے ابتداء میں جہاد کرتے رہے۔ جن میں قندہار کے کمانڈر عبدالرزاق، غزنی کے کمانڈر قاری عبداللہ دانش وغیرہ شامل ہیں۔ اس محاذ کی کارروائیوں کا اصل مرکز زابل کا مرکز قلات اور اسی صوبہ میں کابل قندہار کی عمومی شاہراہ تھی۔ یہاں شاہ جوی سے شہر صفا تک مجاہدین گھات میں رہتے اور روسی افواج پر حملے کرتے رہتے۔

محاذ کے معاون اور عسکری کمانڈر ملا مدد خان شیر دل، بہادر اور مدبر مجاہد تھے جن کے جہادی کارناموں کا چرچا بہت کم وقت میں ملک کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ جناب شہید کی سربراہی میں ہزاروں مجاہدین روسی استعمار کے خلاف جہاد کے لئے صف بستہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ انہی کے محاذ میں ایک وقت 2500 سے زائد مسلح اور فعال مجاہدین رہنے لگے، جو مختلف علاقوں میں روسی استعماری افواج کے خلاف کارروائیوں میں شرکت کرتے۔

کمانڈر ملا مدد خان روس کے خلاف اٹھنے والے ان مجاہدین میں سے شمار کئے جاتے ہیں جن کا نام تاریخ میں عظیم عبقری شخصیات کے طور پر لکھا گیا ہے جیسا کہ مولوی جلال الدین حقانی، ملا محمد نسیم اخند زادہ، مولوی شفیع اللہ اور ملک کے دیگر مختلف علاقوں کے جہادی قائدین۔ یہ مختصر سا مضمون ان کے کارناموں جو سمیٹنے سے بلاشبہ قاصر ہے۔ مدد شہید جب سرخگان محاذ کے امیر مقرر ہوگئے تو اپنی چند سالہ مدت میں عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ مدد شہید پورا سال روس کے خلاف محاذ سنبھالنے کے لئے سنگلاخ وادیوں اور پہاڑوں میں مورچہ زن رہتے تھے۔ صرف چند دنوں کے لئے گھر جاتے تھے۔ شہید مدد کی عادت یہ تھی کہ جہادی کارروائی میں اپنے تمام ساتھیوں سے آگے رہتے تھے۔ موصوف نے ایک دفعہ ضلع قلات کا عسکری مرکز اور دوسری دفعہ صوبائی فوجی اڈہ فتح کرلیا۔ جس میں دشمن کو شدید نقصانات کے ساتھ مجاہدین نے بڑے پیمانے پر مال غنیمت بھی حاصل کرلیا۔ شاہراہِ عام پر تازی علاقہ میں جو روسی فوجی اڈہ قائم تھا اور یہیں سے چند صوبوں کو رسد فراہم کیا جاتا تھا یہ شہید ملا مدد کی کارروائیوں کا اصل محور تھا۔ جہاں انہوں نے لاتعداد روسی فوجیوں کو اپنے کئے کی سزا چکھائی۔

اللہ کے راستے کا یہ مخلص اور فداکار مجاہد بالآخر 1978ء کو روسی فوجیوں کے خلاف دوبدو لڑائی میں جامِ شہادت نوش کرگئے۔

کمانڈر عزیز خان جہادی مورچہ میں:

ملا مدد خان شہید کی شہادت کے بعد ان کے والدِ گرامی حاجی جہان کا جہادی عزم کمزور ہونے کے بجائے مزید مضبوط ہوا اور اپنے بیٹے کے محاذ کو سنبھالنے کے لئے مزید تین بیٹے عزیز خان، حبیب خان اور امیر خان حقانی جہاد کے لیے وقف کردیئے۔ جنہوں روس کی شکست تک یہ عظیم سلسلہ یوں ہی تابندہ رکھا۔

کمانڈر عزیز خان حاجی جہان آکا کے تیسرے بیٹے اور ملا مدد خان شہید کے چھوٹے بھائی تھے۔ سن 1957ء کو صوبہ زابل میں اس دنیا میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔ کم سنی اور جوانی کا زمانہ انہوں نے دنیاوی کاروبار اور کمانے میں گزارا تھا۔

ملا مدد خان شہید کی شہادت کے وقت موصوف ایران میں مسافر اور تجارت سے منسلک تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی شہادت کے بعد گھر واپس آگئے۔ ساتھ ہی جہادی محاذ پر چلے گئے۔ چند سال مسلسل اس خدمت سے وابستہ رہنے کے بعد بالآخر سن 1990ء کو اپنے بھائی کے جہادی محاذ کی سربراہی انہیں سونپ دی گئی۔

کمانڈر عزیز خان نے اپنے بھائی کی طرح سرخگان محاذ کو بڑے اچھے طریقہ سے سنبھالا۔ کمیونسٹ اقتدار کے خاتمہ تک صوبہ زابل اور بالخصوص قلات کے مضافات میں جہادی کارروائیاں کرتے رہے۔ بارہا کمیونسٹ حکومت کے مراکز اور چیک پوسٹوں کو فتح کیا۔ ان کا ایک بہت بڑا کارنامہ کمیونسٹ ملیشیاز کے ایک کمانڈر جنرل عبدالجبار قہرمان کے لشکر کے آگے استقامت سے لڑنا ہے جو زابل کے مرکز قلات کا محاصرہ توڑنے کے لئے قندہار سے اپنے لاؤ لشکر سمیت آیا تھا۔

1991ء کو جب ڈاکٹر نجیب انتظامیہ مسلسل اپنے صوبوں اور شہروں کو ہاتھ سے نکلتا دیکھ رہی تھی تو ارادہ کیا کہ زابل کے مرکز قلات کو مجاہدین کے محاصرہ سے بچائے۔ اس کے لئے عبدالجبار قہرمان کی سربراہی میں ایک بہت بڑا قافلہ تیار کیا گیا جو سینکڑوں فوجی گاڑیوں اور ہزاروں سپاہیوں پر مشتمل تھا، قافلہ جب قندہار سے زابل کے لیے روانہ ہوا تو زابل اور قندہار کے مجاہدین نے پورے راستے پر جگہ جگہ گھات لگا کر تیاری کی تھی اور ہر جگہ اسے سخت حملوں کی زد میں رکھا۔ کمانڈر عزیز خان نے جلدک کے علاقہ میں جہاں وہ مجاہدین کے سربراہ تھے جبار قہرمان کو سخت زک پہنچائی۔ مجاہدین کے ان تابڑتوڑ حملوں کی ہی برکت تھی کہ جبار اپنے لاؤ لشکر سمیت شکست کھاکر بھاگ گیا۔ سینکڑوں گاڑیاں تباہ یا پھر مجاہدین کے ہاتھوں بطور غنیمت آگئیں۔ خود جبار قہرمان انتہائی سراسیمگی کی حالت میں سادہ لباس میں ملبوس ہوکر میدانِ کارزار سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا۔

1992ء کے آغاز کے ساتھ ہی ڈاکٹر نجیب انتظامیہ بھی سقوط کرگئی۔ اسی سال 28 اپریل کو اقتدار کیمونسٹ انتظامیہ سے مجاہدین کو منتقل ہوا۔ مگر بدقسمتی سے بعض جہادی زعماء نے ایک سالم اور صحیح اسلامی نظام کے قیام کی بجائے آپسی جنگوں اور انارکی کو ہوا دی۔ ملک میں سراسر انتشار اور افراتفری کی فضاء قائم ہوگئی۔ اسلحہ کی نمائش اور جگہ جگہ ناکہ بندی ہونے لگی، افغانستان ابھی ایک بحران سے نہیں نکلا تھا کہ اس سے بدتر میں پھنس گیا۔ کمانڈر عزیز خان اس انتشار کے زمانہ میں اپنے آبائی علاقے میں مقیم تھے۔ انہوں نے اپنے زیر نگین علاقہ میں انتشار اور ناکہ بندی نہیں ہونے دی۔ یہاں تک تحریکِ اسلامی طالبان کا آغاز ہوگیا۔

اسلامی تحریک کے ساتھ الحاق اور خدمات:

جس وقت قندہار میں امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی طرف سے فساد اور فتنوں کے خلاف اسلامی تحریک کا آغاز ہوا اور ضلع پنجوائی اور میوند کے تصفیہ کے بعد ڈنڈ کے علاقے کو مرکز بنادیا گیا تو اس تحریک کی صدا دور دراز علاقوں میں بھی بازگشت کرنے لگی۔ اس وقت کمانڈر عزیز خان قندہار چلے گئے اور وہاں ملا محمد عمر مجاہد سے ملے۔ اس ملاقات میں انہوں نے طالبان کے ساتھ اپنی شمولت کا اعلان کر دیا۔ پھر جب طالبان نے قندہار اور آس پاس کے دیگر علاقے فتح کر لئے اور صوبہ زابل تک پہنچ گئے کمانڈر عزیز خان نے اپنے محاذ کے تمام بھاری و ہلکے ہتھیار طالبان کے حوالے کر دیئے جن میں چار عدد اسٹنگر زاور متعدد ٹینک بھی شامل تھے، کمانڈر عزیز خان نے ملا محمد عمر مجاہد کے حکم کے سے اپنے ماتحت مجاہدین کو طالبان میں ضم اور منظم کر دیا، اور یہیں سے ایک فعال دستے کے طور پر اسلامی تحریک میں ذمہ داری نبھانے کا آغاز کیا۔

کمانڈر عزیز خان نے اپنے مجاہدین کے ساتھ صوبہ غزنی اور میدان وردگ کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ پھر جب میدان وردگ میں جنگی صفیں آگے کی طرف پھیل گئیں اس وقت موصوف کافی زمانہ ملا مشر آخند کے معاون اور کچھ مدت تک خط اول کے عمومی ذمہ دار کی حیثیت سے ذمہ داری پر رہے۔ میدان وردگ کی جنگوں کے وقت عزیز خان شہید اکثر خط اول میں ہی رہے۔ بارہا انہوں نے ان جنگوں میں بڑا زبردست کردار ادا کیا۔ یہیں پر ایک دفعہ زخمی بھی ہوئے لیکن جیسے ہی شفایاب ہوئے واپس محاذ پر چلے گئے۔

1996ء میں جب طالبان کے عظیم لشکر نے کابل کے فاتح شہید ملا بور جان آخند کی سربراہی میں کابل کی فتح کی عظیم کارروائی کی تو کمانڈر عزیز خان اپنے ساتھیوں سمیت میدان وردگ کی جانب سے کابل میں داخل ہو گئے۔ کابل میں ابتدائی مرحلے میں ہی شرپسند عناصر کا تعاقب کرتے ہوئے کابل کے شمالی علاقہ گلدرہ تک پہنچ گئے۔ یہیں پر اپنے جہادی ساتھیوں کو تعینات کیا۔ بعد ازاں امارت کی قیادت کے حکم پر انہیں قرغہ کے آٹھویں انفینٹری ڈویژن کا کمانڈر مقرر کیا گیا، یہیں پر انفینٹری ڈویژن کے مجاہدین کا مرکز قائم ہوا۔ اور یہیں سے شہید موصوف شمال میں جہادی کارروائیوں میں شریک ہونے لگے۔

کمانڈر عزیز خان نے میدان وردگ جیسے شمالی شہر میں بھی جنگی خطوط کے اندر اپنا جہادی فریضہ بڑی جوان مردی سے سرانجام دیا۔ کابل کی فتح کے کچھ مدت بعد جب خط اول کے کمانڈر ملا خان محمد شہید ہو گئے تو اس کی جگہ کمانڈر عزیز کان کو ذمہ داری سونپی گئی۔ صوبہ پروان کی فاتحانہ کارروائی میں شہید عزیز خان نے قابل فخر کردار ادا کیا اور سالنگ کے پہاڑوں تک پیش قدمی کی۔ سالنگ میں دشمن کے ایک اچانک حملہ میں دشمن کے ہاتھوں قید ہوئے، مگر اس کے چند گھنٹے بعد مجاہدین نے دشمن کے مراکز پر پے در پے حملے کیے اور شہید عزیز خان سمیت دیگر قیدیوں کو دشمن کے پنجوں سے رہا کروایا۔

شہادت اور آخری آرامگاہ:

کمانڈر عزیز خان طویل جہادی زندگی اور مخلصانہ خدمات کے بعد 1997ء کے اوائل میں کابل کے شمال میں کاریز میر کے علاقہ میں اس وقت راکٹ کی گولی کا نشانہ بنے جس وقت مسعود اور نظار شوری کابل میں فساد کے خاتمہ کے لئے ہونے والے مجاہدین کے بڑے حملہ کا دفاع کر رہے تھے۔ شہادت کے بعد شہید موصوف کا جسد خاکی اپنے علاقہ لے جایا گیا اور سرخگان کے شہداء کی قبرستان میں اپنے بھائی شہید مدد خان کی پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

سرخگان کے شہداء کا قبرستان افغانستان کی سطح پر عظیم جہادی قبرستانوں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اس قبرستان میں وہ لوگ دفن ہیں جو روس اور امریکا کے خلاف ہونے والے جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ اس میں سے صرف وہ شہداء جن کا تعلق سرخگان محاذ سے تھا ان کی تعداد ۸۰۷ تک پہنچتی ہے۔ حالیہ جہاد میں شہید ہونے والوں کو اگر ملا دیا جائے تو یہ تعداد ۱۰۰۰ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

کمانڈر عزیز خان شہید کی شہادت کے بعد ان کی جہادی ذمہ داری ان کے بھائی حبیب خان کو دی گئی۔ کچھ وقت کے بعد وہ بھی شہید ہو گئے اور جہادی ذمہ داری کمانڈر امیر خان حقانی صاحب کو منتقل ہو گئی۔ اور شہید موصوف کے جانشین کے طور پر قرغہ کے آٹھویں انفینٹری ڈویژن کے کمانڈر انچیف مقرر ہو گئے۔ امیر خان حقانی صاحب جو امارتِ اسلامیہ کے رہبری شوری کے رکن بھی ہیں اور کمیشن برائے عسکری امور کے معاون کی حیثیت سے بھی بڑے عرصہ تک ذمہ داری سرانجام دے چکے ہیں، نے اپنے بڑے بھائیوں شہید ملا مدد خان، شہید عزیز خان اور حبیب کی جانشینی کا پورا حق ادا کیا۔

شہید عزیز خان کے قریبی ساتھی ملا عبدالغفور اخند زادہ، ملا محمد شفیق اور ملا محمد نواب شہید موصوف کے اچھے صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: کمانڈر عزیز خان مثالی جرات اور بہادری کے ساتھ اعلی اخلاق کے بھی نمونہ تھے۔ عام لوگوں کے ساتھ بہترین برتاو سے پیش آتے تھے۔ جنگی امور میں عمیق فکر اور سلجھی تدبیر کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ امارتِ اسلامیہ نے ہمیشہ انہیں اہم ذمہ داریاں سونپیں۔ شہید موصوف نے اپنے رہبر کے مشن کو بہت ہی اخلاص سے جاری رکھا اور جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں کسی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ شہید محترم نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے ہیں جن میں سے ایک امریکا کے خلاف جہاد میں اپنے والد کے نقش قدم پر شہادت کے مقام عالی سے سرفراز بھی ہو چکے ہیں۔

نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ

تحریر: ڈاکٹر محمد حسین

اسلامی تاریخ میں کفار سے ہونے والے معاہدے

آج سے ایک سال قبل قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ افغانستان اور امریکا کے درمیان تاریخی معاہدہ ہوا۔ جس کے تحت افغانستان سے تمام غیر ملکی افواج مئی 2021ء کے آغاز تک نکل جائیں گی۔ اور افغانستان میں ایک اسلامی حکومت کے قیام کے لیے راہ ہموار کی جائے گی۔ اسی مناسبت سے اسلام کی تاریخ میں ہونے والے اسی قسم کے کچھ معاہدات کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف اوقات میں اسلامی حکمرانوں اور کفار کے درمیان ہوئے ہیں:

اسلام انسانیت کے لیے امن اور ترقی کا دین ہے، اسلام پوری دنیا کے لیے رحمت ہے، اسلام ایک پرامن معاشرے کے قیام کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ایسا معاشرہ جس کے ہر باسی کو بنیادی حقوق میسر ہوں۔ اگر اسلامی تاریخ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو ظاہر ہوگا کہ اسلامی تاریخ میں جتنے بھی مسلح جدوجہد اور جہاد ہوا ہے وہ کفار کی ذات سے دشمنی کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ کفار کی جارحیت سے دفاع یا اسلامی دعوت کی راہ میں کفار کی رکاوٹ کو ختم کرنے کے لیے ہوا ہے۔

اس لیے کہ اسلام جنگ پر زور نہیں دیتا، کفار کی مذاکرات اور بات چیت کی طرف آنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ بھی مذاکرات اور بات چیت کی راہ اختیار کریں: وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ .]الانفال

اسلامی کی تاریخ میں کفار کے ساتھ بہت سے معاہدے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اسی کی روشنی میں مسلمان اپنے ہدف تک پہنچ سکتا ہے۔ یہی وہ معاہدے ہیں جو مذاکرات کے دوران ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

آغاز اسلام کے وقت جب کفار طاقت کے استعمال سے دعوت اسلام کو روکنے میں ناکام ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کے ذریعے مسائل حل کرنے کی کوشش کی جس کے لیے کئی دفعہ انہوں نے ابوطالب کی خدمت میں جرگے بھیجے، آخر جب ابوطالب کے پاس گئے تو ان سے دوٹوک جواب طلب کرتے ہوئے کہا کہ: ہم نے کئی بار آپ سے مطالبہ کیا ہے کہ اپنے بھتیجے کی کارروائیوں کا راستہ روکیے لیکن آپ نے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ اب ہم اللہ کے نام کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم مزید صبر نہیں کر سکتے، وہ ہمارے آباواجداد اور ہمارے بتوں کو برا بھلا کہیں اور ہم برداشت کرتے رہیں، اپنے بھتیجے کو اس کام سے روکیے ورنہ ہم مجبوراً ایسی جنگ چھیڑ دیں گے جس میں ایک فریق کا ضرور خاتمہ ہو جائے گا۔

ابوطالب نے مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا " بھتیجے، ہمارا قبیلہ آیا تھا اور آپ کے دین کی دعوت سے نالاں تھا، اب اپنی اور میری فکر کرو، میرے کندھوں پر اتنا بوجھ مت ڈالو جس کو میں اٹھا نہ سکوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ چچا ان کی حمایت مزید جاری نہیں رکھ سکتے، تو چچا سے فرمایا " چچا جان، اللہ کی قسم اگر میری قوم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں، [پوری دنیا و مافیہا مجھے دے دیں] اس کے باوجود میں دین کی دعوت سے باز نہیں آوں گا یہاں تک کہ اللہ کا دین سربلند ہو یا اس راہ میں میری جان چلی جائے۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نم آنکھوں کے ساتھ روانہ ہوئے، ابوطالب نے آواز دی " بھتیجے، جا جو تمہارا جی چاہے کہہ دے اللہ کی قسم میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا"

جب طاقت کے ذریعے دعوت کی روک تھام کی کوششیں مثبت نتائج نہ دے سکیں، تو ان کے ایک سربراہ عتبہ بن ربیعہ نے کوشش کی کہ کچھ دنیاوی مفادات کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروکاروں کو دین کی دعوت سے روکیں، عتبہ مشرکین کی نمائندگی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مندرجہ ذیل پیش کی۔

ا: اگر مال چاہیے تو اتنا مال دیں گے کہ مکہ میں آپ سے زیادہ مالدار کوئی نہیں ہوگا۔

۲: اگر عزت چاہیے تو ہم آپ کو اپنا سربراہ بنائیں گے۔

۳: اگر بادشاہت چاہیے، بادشاہ بنا دیں گے۔

۴: اگر نکاح کرنا چاہتے ہو تو قریش کی سب سے حسین و جمیل عورت سے آپ کا نکاح کرائیں گے۔

۵: اور اگر یہ باتیں کسی بیماری کی وجہ سے کر رہے ہیں تو آپ کا علاج کرائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پیش کشوں کو رد کر لیا کیوں کہ یہ بعثت کے مقاصد اور اسلامی اقدار سے منافی تھی۔

ہجرت کے بعد یہودیوں کے ساتھ پہلا معاہدہ:

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو مکہ مکرمہ کے مقابلے میں مدینہ منورہ میں سیاسی حالت کچھ پیچیدہ تھی کیوں کہ مکہ مکرمہ میں صرف مشرکین کے ساتھ مسلمان نبرد آزما تھے لیکن مدینہ منورہ میں یہودیوں سمیت متعدد قبائل رہائش پذیر تھے جن میں ہر قبیلے کے مختلف عقائد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبرانہ انداز میں ان حالات کا مقابلہ کیا، ایک وقت میں کئی محاذ کھولنے سے احتراز کیا، یہودیوں کے ساتھ ایسا تحریری معاہدہ کیا جس میں انہیں اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی، ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی، ان پر بھی کئی شرائط رکھیں اور ان کی بھی کچھ شرائط مان لی گئیں۔

معاہدہ حدیبیہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ کعبہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں، طواف کرتے ہیں اور دوسرے ارکان بھی ادا کرتے ہیں یہ خواب صحابہ کرام کو سنایا اور انہیں خوشخبری دی کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے تشریف لے جائیں گے۔ ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض عمرے کی نیت سے آئے تھے لیکن اس کے باوجود قریش نے ان کا راستہ روکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ حل کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے نمائندے کے طور پر مکہ مکرمہ بھیج دیا، اسی طرح مشرکین مکہ کے بھی کچھ نمائندے آئے۔

آخر میں سہیل بن عمرو قریش کی نمائندگی میں آیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا: اس شخص کا آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قریش صلح کرنے پر آمادہ ہیں۔ بات چیت کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے معاہدہ تحریر کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ کو بلایا اور معاہدہ تحریر کرنے کا حکم دیا۔ یہ معاہدہ چونکہ مسلمانوں کے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کی کچھ ایسی نکات میں جن میں اسلامی اہداف اور اقدار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں تھا کچھ تنزلی بھی دکھائی۔ مثلاً جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو سہیل بن عمرو نے کہا "رحمٰن اور رحیم ناموں سے ہم واقف نہیں اس کی جگہ صرف یہ لکھا جائے کہ " باسمک الھم" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے لکھو "باسمک الھم"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق معاہدے کے شروع میں یوں لکھا کہ " یہ معاہدہ اللہ کے رسول محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور سہیل بن عمرو کے درمیان ہوا ہے۔ سہیل بن عمرو نے پھر اعتراض کیا اور کہا "اللہ کی قسم اگر ہم انہیں اللہ کا نبی تسلیم کرتے تو انہیں کعبہ جانے سے نہیں روکتے " پھر جنگ کرنے کی نوبت نہ آتی۔ معاہدے میں صرف آپ کا اپنا نام اور والد کا نام تحریر کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا" میں اللہ کا نبی اور پیغمبر ہوں، یہ الگ بات ہے کہ آپ اس سے انکار کرتے ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا صرف محمد بن عبداللہ لکھو، رسول اللہ کا کلمہ مٹاو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ الفاظ نہیں مٹا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی "رسول اللہ " کے الفاظ مٹا دیے۔

معاہدہ حدیبیہ کے اہم نکات:

۱: قریش آنے والے سال [7 ہجری} کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صرف تین دن کے لیے حرم کعبہ میں جانے کی اجازت دیں گے۔

۲: قریش کی جانب سے جو بھی شخص مسلمانوں کے پاس جائے گا چاہے اس نے اسلام ہی کیوں نہ قبول کیا ہو مسلمان اسے واپس قریش کے حوالے کریں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ آئے تو مکہ والے اسے مسلمانوں کے حوالے کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔

۳: معاہدے کے مطابق مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان دس سال تک جنگ بندی رہے گی۔

۴: ہر شخص مسلمانوں یا قریش کے پناہ میں رہ سکتا ہے اور آپس میں معاہدات بھی کر سکتا ہے۔

اگرچہ ظاہر طور پر دیکھا جائے تو معاہدے کے نکات مشرکین کے مفاد میں نظر آرہے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی تشویش پھیل گئی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا تھا کہ کعبے کا طواف کریں گے؟

ابوبکر صدیق رضی اللہ: جی ہاں کہا تھا لیکن کیا اس سال کے بارے میں فرمایا تھا؟

حضرت عمر رضی اللہ نے نفی میں جواب دیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک وقت آئے گا کہ آپ طواف بھی کریں گے۔

دوسری جانب اس معاہدے کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عظیم فتح قرار دیا۔ اور یہ آیتیں نازل ہوئیں:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾ [الفتح]

ترجمہ: بے شک ہم آپ کو کھلی فتح دی۔ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کردے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ۔ اور اللہ تیری زبردست مدد کرے۔

معاہدہ حدیبیہ کے فوائد:

معاہدہ حدیبیہ کا پہلا فائدہ یہ تھا کہ قریش نے مسلمان کو اپنے مقابل ایک بڑی قوت کے طور پر تسلیم کرلیا اور ان سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہوئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے ان مسلسل جنگوں کے بعد سکھ کا سانس لیا جس کے آغاز اور اختتام کی موجود دور میں کوئی سبیل نظر نہیں آرہی تھی۔ جنگ بندی کے دوران مسلمانوں نے امن کی فضاء میں بڑے اطمینان سے دین اسلام کی دعوت لوگوں تک پہنچائی۔

تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ اس معاہدے کے بعد مسلمانوں اور مشرکین کو آپس میں بیٹھنے کا موقع ملا، دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب رہے اس طرح مشرکین نے اسلام کی حقانیت اور سچائی قریب سے دیکھی۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسلام کی تاریخ میں معاہدہ حدیبیہ جیسی بڑی کامیابی مجھے نظر نہیں آتی۔ اس سے قبل مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ کی صورتحال تھی لیکن معاہدے کے بعد لوگ مطمئن ہو کر ایک دوسرے کے ہاں جانے لگے اس طرح ایک دوسرے کے موقف کو قریب سے سننے کا موقع ملا۔ جو لوگ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھتے تھے وہ بہت جلد دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کے ساتھ معاہدے کیے ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: نجران کے نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ۔

۲: بنی ضمرہ قبیلے کے ساتھ معاہدہ۔

۳: بنی مدلج کے ساتھ معاہدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والے معاہدے۔

۱: معاہدہ عمریہ:

خلیفہ دوئم امیر المومنین حضرت عمر رضی الہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کو بہت زیادہ فتوحات نصیب ہوئیں اور دعوت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوا۔ ہجرت کے پندرہویں سال جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے باشندوں کے ساتھ معاہدہ کیا کہ ان کی جان ومال اور مذہبی عبادت خانے محفوظ رہیں گے اس کے علاوہ ان پر بھی کچھ شرائط وپابندیاں لگادیں۔

۲: سوڈانیوں کے ساتھ معاہدہ:

خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنی رضی اللہ کے دور خلافت میں مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد رضی اللہ کی جانب سے سوڈانیوں کے ساتھ شدید جنگ کے بعد جب انہوں نے صلح کی پیش کش کی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی پیش کش قبول کی اور ان کے درمیان معاہدہ ہوا اور قریبا 6 سو سال تک دونوں فریق اس معاہدے پر قائم رہے۔

۳: قبرصیوں کے ساتھ معاہدہ:

28 ہجری میں مسلمانوں نے قبرص کے باشندوں کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ جس کے مطابق وہ جزیہ دینے سے مستثنیٰ ہوں گے اور نہ ہی انہیں ذمی کہا جائے گا لیکن سالانہ 7200 دینار ٹیکس مسلمانوں کو دینا پڑے گا۔ جب چند سال بعد قبرصیوں نے معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے ۳۳ ہجری میں قبرص پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا۔

اسی طرح اموی اور عباسی اور صلاح الدین ایوبی کے دور میں اور اس کے بعد خلافت عثمانیہ کے دوران مسلمانوں اور کفار کے درمیان بہت سے معاہدے ہوئے ہیں۔ لیکن جب ہم ان معاہدوں کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو دو نکتے سامنے آتے ہیں۔

پہلا یہ کہ ان معاہدوں کے دوران اسلامی حکمرانوں نے دینی اقدار اور عقائد کے حصے میں کسی قسم کی تنزلی نہیں دکھائی۔ اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسلمان مکمل طور پر اپنے معاہدوں اور وعدوں پر قائم رہے ہیں۔ اور یہی بین الاقوامی تعلقات اور سفارتکاری میں مسلمانوں کی عظیم تر کامیابی ہے۔

سیاسی دفتر قطر میں امارت اسلامیہ کی ملاقاتیں اور سیاسی سرگرمیاں

تحریر: مستنصر حجازی

5مارچ 2021: امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی نائب اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند اور امارت اسلامیہ کے مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ مولوی عبدالحکیم صاحب نے وفد کے ہمراہ امریکا کے خصوصی نمائندہ زلمے خلیل زاد، جنرل سکاٹ میلر اور ان کے وفد سے ملاقات کی۔ جس میں دونوں فریقوں نے دوحہ معاہدے پر تفصیلی بحث کی اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے عزم کا اعادہ کیا۔ نیز افغانستان کی موجودہ صورت حال اور بین الافغان مذاکرات کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دونوں اطراف کے راہنماؤں نے تفصیلی بات چیت کی۔

9مارچ 2021: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند اور اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے نمائندہ اور یوناما کے سربراہ دیبورا لیونز کے وفود کے درمیان ملاقات ہوئی۔ جس میں دونوں فریقوں نے دوحہ معاہدے پر عمل درآمد کرنے کے لیے بھرپور عزم کا اظہار کیا۔ ملاقات میں افغانستان کی تازہ صورت حال اور بین الافغان مذاکرات کی ہمہ جہت احوال پر بھی گفتگو کی گئی۔

14مارچ 2021: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحکیم صاحب نے وفد کے ہمراہ قطر کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ شیخ محمد بن عبدالرحمان آل ثانی سے ملاقات کی، اس موقع پر ڈاکٹر مطلق القحطانی بھی موجود تھے۔ ملاقات میں افغانستان کی تازہ صورت حال اور بین الافغان مذاکرات پر گفتگو کی گئی۔

14مارچ 2021: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا عبد الحکیم صاحب، قطر کے نائب وزیر اعظم شیخ محمد بن عبدالرحمان آل ثانی اور امریکا کے خصوصی نمائندہ زلمی خلیل زاد کے درمیان سہ فریقی ملاقات ہوئی، جس میں دوحہ معاہدے پر عمل درآمد، افغانستان کی موجودہ صورت حال اور بین الافغان مذاکرات پر گفتگو ہوئی۔

15مارچ 2021: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند کی قیادت میں دس رکنی مؤقر وفد نے روس کے دارالحکومت ماسکو میں منعقد ہونے والی افغان امن کانفرنس میں شرکت کی۔

18مارچ 2021: ماسکو میں منعقدہ افغان امن کانفرنس کے بعد امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند کی قیادت میں وفد نے پاکستان کے نمائندہ خصوصی برائے افغانستان صادق خان سے ملاقات کی جس میں افغانستان کی موجودہ صورت حال، بین الافغان مذاکرات اور دیگر باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو ہوئی۔ ملاقات میں دونوں فریق نے باہمی افہام و تفہیم سے مسائل حل کرنے پر زور دیا۔

31مارچ 2021: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر اخند نے اپنے وفد کے ہمراہ امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد اور ان کے وفد سے ملاقات کی۔ جس میں دوحہ معاہدے کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ امارت اسلامیہ نے مقررہ وقت پر افواج کے انخلا پر زور دیا کیوں کہ درحقیقت یہی تمام مسائل کی جڑ اور اس پر عمل درآمد کرنا مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ اقدام ہے۔ ملاقات میں امریکی جیلوں میں امارت اسلامیہ کے بقیہ تمام قیدیوں کی رہائی ممکن بنانے اور بلیک لسٹ سے امارت اسلامیہ کے رہنماوں کے نام نکالے جانے پر بھی گفتگو ہوئی۔ آخر میں طرفین نے معاہدے کے نفاذ کے لیے بھرپور عزم کا اظہار کیا۔

ہفتہ وار پریس بریفنگ

مدرسے پر چھاپہ اور ہسپتال پر بمباری

14-03-2021

11 مارچ کو کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس اہل کاروں نے ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا، مدرسے کے طلباء کو نیند سے بیدار کیا، بستروں سے اٹھا کر ہاتھ پیچھے باندھے اور بڑی بے دردی سے گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کیا۔ اس واقعے سے لوگوں میں شدید غم و غصے کے جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے دینی ادارے کے ان حفاظ پر حملے کو نہ صرف جنگی جرم قرار دیا بلکہ اسے اسلامی شعائر اور افغان اقدار کے خلاف ایک گھناونا فعل قرار دیا۔

اس واقعے کو ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ ملک کے شمالی صوبے فاریاب میں دشمن کے طیاروں نے ضلع المار میں ایک ضلعی ہسپتال پر بمباری کی۔ یہ ہسپتال مذکورہ علاقے کا واحد ہسپتال تھا جس میں بنیادی صحت کی سہولیات میسر تھیں، 14 مرد اور 9 خواتین کا عملہ ہسپتال میں خدمات انجام دے رہے تھے جسے بمباری کے ذریعے ملیامیٹ کر لیا گیا۔ بمباری سے ہسپتال کی عمارت تباہ اور اکثر مشینری تباہ ہوئی ہے۔

ننگرہار کے واقعے کی طرح اس واقعے پر بھی میڈیا اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں خاموش ہیں۔ ان کی خاموشی کبھی بھی ان وحشتوں اور جرائم کی حیثیت تبدیل نہیں کر سکتی بلکہ اس قسم کی خاموشی میڈیا اور نام نہاد تنظیموں کی غیر جانبداری پر سوالیہ نشان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک بار پھر دنیا اور اپنے عوام کے سامنے یہ بات واضح کریں کہ غیر ملکی اسلحے اور پیسے کے بل بوتے پر ہم پر مسلط شدہ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ قتل و غارت اور لوٹ مار کرنے والا وہ گروہ ہے جو جان بوجھ کر ہمارے نوجوانوں، بچوں اور بزرگوں کو تہہ تیغ کر رہے ہیں۔ اور اب انہوں نے ہسپتالوں، تعلیمی اداروں اور مدارس کا رخ کر لیا ہے اور کسی قسم کے ظلم و ستم سے دریغ نہیں کرتے۔

یہ ادارہ جو مذاکرات کے دوران خود کو افغانستان کی حکومت کے اصلی وارث سمجھتے ہیں ان کے اس دعوے کو اب مزید نہیں ماننا چاہیے۔ کیوں کہ حکومت اپنے عوام کے جان و مال کی محافظ ہوتی ہے۔ لیکن کابل انتظامیہ اپنی بقا صرف اپنے ہی عوام کے خون بہانے میں دیکھتی ہے۔ عوام پر ظلم اور عوامی فلاح و بہبود کے مراکز تباہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کابل انتظامیہ عوام میں اپنی جڑیں نہیں رکھتی بلکہ باہر سے مسلط شدہ ایک ٹولہ ہے جس کا ہر فعل غیروں کے مفادات کے لیے ہوتا ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان نے ہمیشہ مظلوم عوام کی آواز دنیا تک پہنچائی ہے۔ حالیہ واقعات میں امارت اسلامیہ متاثر ہونے والوں کے ساتھ دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔ عوام کی دفاع اور ان کے فریاد پر لبیک کہنا اپنی بنیادی ذمہ داری سمجھتی ہے۔ عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کے شہداء کا خون رایگاں نہیں جائے گا۔ ظالم جارحیت پسند اور ان کے حواری اس قسم کے گھناونے جرائم سے اپنی نابودی پر مہر ثبت کر رہے ہیں۔ کیوں کہ ظلم کی حکومت بقا نہیں رکھتی اور ظالموں کا انجام ہمیشہ تباہی اور ہلاکت ہے۔

بین الافغانی مذاکرات کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟

21-03-2021

افغان مسئلے کے حل کے لیے بین الافغانی مذاکرات کئی ماہ سے جاری ہیں۔ اس سلسلے میں ایک اہم اجلاس روس کے دارالحکومت ماسکو میں ہوا جو دو دن تک جاری رہا۔ ماضی کی طرح اس اجلاس میں بھی تمام شرکاء کا مطالبہ یہ تھا کہ مذاکرات کا سلسلہ تیز ہونا چاہیے تاکہ دونوں فریق ایک ممکنہ حل تک پہنچ جائیں۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ مذاکرات کا یہ سلسلہ کس طرح کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے؟ اور امن کا خواب کس طرح حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے؟ اس بارے میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ دونوں فریق اس متفقہ معاہدے کے مسودے پر عمل کریں جو آج سے ایک سال قبل دوحہ میں ہوا تھا جس کی تائید اقوام متحدہ اور دنیا کے درجنوں بڑے ممالک نے بھی کی تھی۔ یہ اس لیے اہم ہے کیوں کہ اس میں مسئلے کے حل کے لیے لائحہ عمل موجود ہے، ہر فریق کے ذمے مختلف ذمہ داریاں ہیں جس کو پورا کرنا ان دونوں کا فریضہ ہے۔ اس طرح تدریجی طور پر مسئلہ حل ہونے کے قریب پہنچ جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ افغانستان کے مسئلے کا غیر ملکی پہلو دوحہ معاہدے کے مطابق تقریباً حل ہو چکا ہے۔ اب جو پہلو باقی ہے وہ افغانوں کے درمیان ہے اور بین الافغانی مذاکرات اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چونکہ یہ افغان قوم کا داخلی معاملہ ہے اس لیے چاہیے کہ صرف افغان فریق ہی ان مذاکرات میں شریک ہوں، بحث صرف انہی کے درمیان ہو تاکہ ایک حل تک پہنچیں۔ غیر ملکی قوتیں ان مذاکرات میں مداخلت سے باز رہیں، کیوں کہ تجربات سے ثابت ہے کہ غیر ملکی مداخلت اور دباو یا کسی فریق کے حق یا خلاف اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا اس سلسلے کو نہ صرف عدم اعتماد کا شکار کر سکتا ہے بلکہ اسے مکمل طور پر ناکامی سے دوچار بھی کر سکتا ہے۔ مخالف فریق سے بھی ہماری یہی گزارش ہے کہ غیر ملکیوں کے دباو سے نکل جائیں۔ اپنی مرضی اور ملک و ملت کے مفاد کے لیے مذاکرات کے لیے آگے بڑھیں، غیروں کے مفادات کی بجائے اپنے ملک و قوم کے مفادات اور اقدار کو مقدم رکھیں۔ غیروں کی فرمائشوں اور اشاروں پر ناچنا بند کر دیں کیوں کہ غیر ملکی اثر و رسوخ کا سکہ اس ملک میں چلنے والا نہیں ہے۔ اپنے اقدار کی حفاظت کی امین قوم یہ بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔

امارت اسلامیہ افغانستان مسائل کے پرامن حل پر یقین رکھتی ہے۔ مذاکرات کے سلسلے کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے پوری توانائیاں صرف کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ نے دوحہ معاہدے کے تحت اپنی تمام ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کر لی ہیں۔ جو امن کے لیے امارت اسلامیہ کی جانب سے ایک اہم قدم ہے۔ امید ہے کہ مخالف فریق چاہے وہ ملکی ہوں یا غیر ملکی دوحہ معاہدے کی شرائط اور ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کریں گے تاکہ اس راہ سے بین الافغانی مذاکرات کا سلسلہ بھی کامیابی کی دہلیز پر پہنچ کر دم لے۔

مشکوک موقف کا اظہار کسی فریق کے مفاد میں نہیں

28-03-2021

ایک طرف افغان مسئلے کے حل کے لیے مذاکرات کا سلسلہ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا ہے اور محض دو ماہ بعد دوحہ معاہدے کے مطابق غیر ملکی افواج افغانستان سے نکل جائیں گی لیکن دوسری جانب امریکا کی نئی حکومت نے افغانستان کے حوالے سے متضاد پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔

جو بائیڈن کی سربراہی میں قائم میں ہونے والی نئی امریکی حکومت کے عہدیدار اگر ایک طرف دوحہ معاہدے پر قائم رہنے کی بات کرتے ہیں تو دوسری جانب کبھی کبھار مشکوک اور غیر واضح موقف کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ افغان مسئلہ حل کرنے کی راہ اب غیر واضح اور مشکوک موقف کے اظہار کے دائرے سے نکل چکا ہے۔ امریکی فریق ک ساتھ طویل مذاکرات اور اس کی بین الاقوامی تائید نے افغان مسئلے کے حل کی راہ ہموار کر لی ہے۔ معاہدے کے مطابق دونوں فریقوں پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر معاہدے پر دونوں فریق قائم رہیں اور مسئلے کے حل کے لیے مخلصانہ جدوجہد جاری ہو تو ایسی کوئی رکاوٹ نہیں جو اس مسئلے کو حل ہونے سے روکے۔

اصل میں امریکی فریق کے لیے سب سے بڑا مسئلہ دوحہ معاہدے سے قبل جنگی حالت تھی، جسے افغانستان میں کوئی فوجی کامیابی نظر نہیں آ رہی تھی اور نہ واپس پلٹنے کی راہ میسر تھی۔ دو عشروں تک امریکی فوج ایک ایسی جنگ میں مصروف رہی جس کے جواز پر وہ اپنے عوام کو قائل نہ کر سکی۔ اب جب اس جنگ کے اختتام کی راہ روشن ہوئی ہے اور گزشتہ ایک سال کے دوران قابل ذکر اقدامات ہوئے ہیں تو وہائٹ ہاؤس کو چاہیے کہ ابہام اور مشکوک حالت سے نکل جائیں۔ اور حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے مسائل کے حل کے لیے قدم اٹھائیں۔

واضح مسائل کے بارے میں مبہم اظہار نہ صرف عدم اعتماد کی فضا پیدا کرتی ہے بلکہ مسائل کے حل کے لیے دستیاب مواقع بھی ہاتھ سے نکلنے کا خدشہ پیدا کرتی ہیں۔ جس طرح افغانستان میں جنگ کسی فریق کے مفاد میں نہیں اسی طرح افغان مسائل کے بارے میں مشکوک اور مبہم اظہار خیال بھی دونوں فریقوں کے مفاد میں نہیں۔

امارت اسلامیہ ایک بار پھر یہ اعلان کرتی ہے کہ افغان مسئلہ جس طرح گزشتہ دو عشروں کے دوران غیر ملکی فوجیوں کی موجودگی کی وجہ سے حل نہیں ہوا اس کے بعد بھی ان کی موجودگی میں حل ہونے کے امکانات نظر نہیں آ رہے۔ مسئلے کا واحد حل دوحہ معاہدے پر عمل پیر ہونے میں پنہاں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ معاہدے کو تحریری شکل سے عملی میدان میں لا کر اپنی ذمہ داریاں پوری کی جائیں۔ اس کے علاوہ تمام راستے موضوع کے حل کے لیے نہیں بلکہ مزید بحران پیدا کرنے کے مترادف ہیں۔

مرحبا ماہ رمضان

10-04-2021

کرہ ارض کے تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمان اسلامی سال کے مقدس ماہ رمضان میں داخل ہونے والے ہیں۔ رمضان وہ ماہ جس میں قرآن نازل ہوا، اس ماہ شیطان جکڑے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ماہ مبارک میں ہر نیکی اور عبادت کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

یہ ماہ ہمیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اپنے رب اور خالق حقیقی اللہ تعالی جل جلالہ کے ساتھ ایک بار پھر ایمان اور بندگی کے کیے گئے عہد کی تجدید کریں۔ اللہ کی جانب رجوع کریں، اپنے دلوں کو توبہ اور ندامت کے آنسوؤں سے دھو ڈالیں۔ رمضان کے روح پرور لمحات میں اپنے دل و روح کو عبادات کے ذریعے تسکین پہنچائے۔

موجودہ انسان اگرچہ مادی لحاظ سے بہت ترقی کر چکا ہے لیکن معنوی، روحانی اور اخلاقی لحاظ سے ہمیشہ کی طرح تہی دست اور مفلس ہے۔ جدید دور کے انسان نے اپنے جسمانی آرام کی خاطر بہت سے اسباب اور سہولیات کا بندوبست کر لیا ہے۔ لیکن روحانی سکون ان سے کوسوں دور چلا گیا ہے۔ نفسی خواہشات اور ہوس پرستی انسانی روح کے لیے عذاب بن کر رہ گئے ہیں۔ نفسیاتی بیماریاں، ڈپریشن اور بے سکونی ناقابل حل مسائل بن گئے ہیں۔

ان مسائل کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے دین سے منہ موڑ لیا ہے۔ اپنے خالق، رازق اور مالک کو بھول گیا ہے، قانون الہی کے بجائے خود ساختہ انسانی قوانین کی پیروی شروع کر لی ہے۔ روحانیت کی بجائے مادیت کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن تجربات سے ثابت ہے کہ دیانت اور روحانیت سے عاری مادیت پرستی ایک لایعنی اور گمراہ نظریہ ہے جس کی کوئی منزل نہیں ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مادیت پرستی پر استوار سماج نے انسانیت کو کتنے بڑے بحران سے دوچار کیا ہے۔ رمضان کا پیغام یہ ہے کہ انسانیت اپنی فطرت اور اصل کی طرف لوٹ آئے۔ اپنے ناقص عقل و فہم کے دھوکے میں نہ پڑے، اللہ تعالی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے سرکشی اور انحراف کا راستہ ترک کر دیں۔

آیئے رمضان المبارک کے اس پیغام پر لبیک کہتے ہوئے پورے اخلاص اور صدق دل سے اللہ تعالی کے ساتھ ایمان اور عبادت کے عہد کی تجدید کریں۔ اللہ تعالی کی جانب سے بھیجے گئے قانون اسلامی شریعت کو اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ سمجھ کر عمل کریں اور شک ،نفاق اور تذبذب کے گرد و غبار سے اپنے افکار محفوظ رکھیں۔

امارت اسلامیہ پوری امت مسلمہ کو رمضان المبارک کے مبارک لمحوں کی آمد پر مبارک باد پیش کرتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس ماہ کو روحانی سکون کے ساتھ امت مسلمہ کے لیے امن و امان اور آفات و امراض سے نجات کا مہینہ بنا دے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ نیک اعمال، عبادات، صدقات، صلہ رحمی اور اللہ کی راہ میں قربانی کے ذریعے رمضان المبارک کا استقبال کریں۔ رحمت و مغفرت کے یہ عظیم لمحات ضائع نہیں ہونے چاہیئں۔

•••

مارچ 2021 میں

تحریر: احمد فارسی

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

مارچ 2021 کا مہینہ اس سال کے پہلے دو ماہ کی طرح غیر یقینی صورتحال کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، جس میں کبھی جنگ اور کبھی بین الافغان مذاکرات میں فریقین آمنے سامنے ہوتے تھے۔

مارچ کے دوران دشمن نے متعدد بار اپنے وعدوں سے انحراف کیا اور مجاہدین پر حملے کئے جس کے جواب میں مجاہدین نے دشمن کو سبق سکھانے کے لئے چھوٹے چھوٹے حملے کیے۔

اس ماہ کے دوران عسکری اور سیاسی محاذوں پر گرماگرمی جاری رہی، متعدد علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے اور دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا، ان اور کچھ دیگر واقعات کی رپورٹ مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ کیجئے۔

افغان فورسز کے جانی اور مالی نقصانات:

مارچ میں قابض افواج کے وعدوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے مجاہدین کے حملے تیز ہوگئے اور دشمن پر متعدد حملے کیے گئے، اس دوران دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

اگرچہ دشمن کے جانی اور مالی نقصانات کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی ہے، تاہم چند واقعات بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

9 مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک کا پولیس چیف مارا گیا، 12 مارچ کو مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں قندھار کا ایک سینئر کمانڈر ہلاک ہوا، اور اسی دن پکتیا میں ایک جج مارا گیا۔

15 مارچ کو صوبہ زابل کے ضلع نوبہار کے نمائندے کو صوبائی دارالحکومت میں ہلاک کیا گیا، 18 مارچ کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع بہسود میں ہزارہ مزاحمت کاروں نے ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا، جس میں ایک کمانڈر سمیت چار پائلٹ ہلاک ہو گئے۔

20 مارچ کو پکتیا کی صوبائی کونسل کا رکن اور صوبہ غور میں ضلع تیوری کا ضلعی گورنر مارا گیا، 27 مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کا پولیس چیف مارا گیا، 28 مارچ کو کابل کے ضلع پغمان میں دشمن کا ایک کمانڈر مارا گیا، 31 مارچ کو صوبہ لوگر میں ایئر فورس کا ایک کمانڈر مارا گیا اور صوبہ کاپیسا میں ایک سینئر سیکیورٹی آفیسر مارا گیا۔

دشمن کی ہلاکتوں کے بارے میں مکمل تفصیلات "الفتح آپریشن" کے عنوان کے تحت رپورٹ میں ملاحظہ کیجئے۔

شہریوں پر حملے:

مارچ کے دوران شہریوں پر دشمن کے حملوں میں اضافہ ہوا، ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ کابل انتظامیہ کی افواج نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی مدد سے عام شہریوں کو جانی اور مالی نقصان نہیں پہنچایا، ذیل میں نہتے شہریوں پر تشدد اور ان کے جانی و مالی نقصانات کے بارے میں چند واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں، مزید تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر شائع ہونے والی خصوصی رپورٹ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

شہری ہلاکتوں کے سلسلے میں یکم مارچ کو افغان فورسز کی گولہ باری سے صوبہ بادغیس میں 13 شہری شہید اور زخمی ہوئے، اسی روز کابل میں پولیس کی فائرنگ سے تین بھائی شہید ہو گئے۔

5 مارچ کو دشمن کے فضائیہ نے صوبہ قندھار میں ایک مدرسے پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں متعدد طلبہ اور قرآن پاک کے حفاظ شہید اور زخمی ہو گئے۔ اسی روز صوبہ

کاپیسا میں سیکورٹی فورسز نے 15 شہری مکانات کو تباہ کردیا۔ 11 مارچ کو سفاک دشمن نے ننگرہار میں ایک مدرسہ کو نشانہ بنایا جس میں دس حفاظ کرام شہید ہوگئے۔ 27 مارچ کو درندہ صفت فوجیوں نے خوست کے ضلع صبری میں شہری آبادی پر حملہ کیا جس میں خواتین اور بچوں سمیت 17 شہری شہید ہوگئے۔

الفتح آپریشن:

جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ مارچ کے دوران مجاہدین کے حملوں میں شدت آئی جس سے دشمن کو کافی جانی اور مالی نقصان ہوا، یہاں چند واقعات بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

2 مارچ کو کاپیسا میں مجاہدین کے ساتھ لڑائی کے دوران 19 فوجی مارے گئے۔ 7 مارچ کو صوبہ بلخ میں مجاہدین کے ساتھ ایک جھڑپ میں دشمن کے 12 فوجی ہلاک ہوگئے۔ اسی دن خوست میں دشمن نے مجاہدین پر چھاپہ مارنے کی کوشش کی، جوابی کارروائی میں دشمن کے متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

11 مارچ کو مجاہدین نے صوبہ فاریاب کے ضلع المار کو فتح کرنے کا اعلان کیا، 12 مارچ کو صوبہ میدان وردگ میں دشمن کے کانوائے پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

22 مارچ کو صوبہ لوگر کے ضلع چرخ پر مجاہدین نے سفید پرچم لہرایا، 27 مارچ کو قندھار کے ضلع ارغسان میں مجاہدین نے دشمن پر بڑا حملہ کیا جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے، 29 مارچ کو صوبہ ہلمند میں مجاہدین نے دشمن کے کمانڈوز پر حملہ کیا جس میں متعدد کمانڈو اہل کار ہلاک ہوگئے، 31 مارچ کو فراہ میں مجاہدین نے دشمن کا بلیک ہاک ہیلی کاپٹر مار گرایا، اسی دن ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں قومی سلامتی کے ہیڈ کوارٹر اور فوجی اڈے پر مجاہدین نے بڑا حملہ کیا جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

امن مذاکرات:

2 مارچ کو افغانستان کے امن عمل کے لئے امریکی خصوصی ایلچی زلمی خلیل زاد نے بیان دیا کہ امریکہ کا دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اسی دن امریکی کانگریس کے ایک رکن نے کہا کہ خلیل زاد افغانستان میں قابض افواج کی مدت میں توسیع کے لئے خطے کا دورہ کررہے ہیں، 4 مارچ کو وائٹ ہاؤس نے اعلان کیا کہ امریکہ افغان جنگ میں طویل مدت کے لئے شامل ہونا نہیں چاہتا ہے۔

دوسری طرف زلمی خلیل زاد نے ملک میں جنگ کے خاتمہ کے لئے عبوری اور مشترکہ حکومت کی تجویز پیش کی جسے امارت اسلامیہ نے مسترد کردیا۔ امارت اسلامیہ نے کہا کہ عبوری حکومتیں ملکی مسائل کا حل نہیں ہیں۔ 11 مارچ کو امریکہ کے وزیر دفاع نے اعلان کیا کہ جو بائیڈن افغانستان سے اپنی افواج کے انخلا کے خواہاں ہیں۔

18 مارچ کو ماسکو میں اعلی سطحی اجلاس ہوا جس میں متعلقہ ممالک کے علاوہ افغانستان کے دونوں فریقوں کے وفود نے شرکت کی، اگلے روز چار ممالک نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ وہ افغانستان میں امارت اسلامیہ کا سابقہ نظام نہیں چاہتے ہیں جس پر امارت اسلامیہ نے شدید رد عمل ظاہر کیا اور اس کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔

انتباہ:

امارت اسلامیہ نے 17 مارچ کو دھمکی دی کہ اس کے بعد قابض افواج نے دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کی اور مجاہدین پر فضائی حملہ کیا تو مجاہدین بھی جوابی وار کر سکتے ہیں، جس کی ذمہ داری قابض افواج پر عائد ہوگی۔ 26 مارچ کو امریکی صدر کے غیر ذمہ دارانہ اور مبہم ریمارکس کے جواب میں امارت اسلامیہ نے ایک بار پھر متنبہ کیا کہ اگر امریکہ نے دوحہ معاہدے کے مطابق افغانستان سے فوجی انخلا نہیں کیا تو امارت اسلامیہ کے مجاہدین ایک بار پھر قابض افواج پر حملے شروع کریں گے۔ امریکی حکام نے افغانستان سے قابض افواج کے انخلا کے بارے میں متعدد بار متضاد بیانات دیئے، فوجی انخلا سے متعلق امریکا نے اپنی پوزیشن واضح نہیں کی ہے۔

توہین آمیز خط:

7 مارچ کو میڈیا نے ایک خط شائع کیا جس میں سخت زبان اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ مذکورہ خط نئے امریکی وزیر خارجہ نے اشرف غنی کو بھیجا تھا جس میں انہیں احکامات دینے کے علاوہ انتباہ بھی دیا گیا تھا کہ امریکہ افغانستان سے مکمل طور فوجی انخلا پر غور کررہا ہے، اشرف غنی کو چاہیے کہ وہ افغان تنازع فوجی طور حل اور امن مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کریں، اشرف غنی کی حکومت نے خط قبول کرلیا، اگرچہ انہوں نے بظاہر خط کی مخالفت کی تاہم انہوں نے کھل کر اپنے آقاؤں سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں کی کہ اس قدر انہیں حقیر کیوں سمجھا گیا؟

جنگی جرائم مارچ 2021 میں

تحریر: سید سعید

یکم مارچ 2021 کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے بازار کے قریب سرکاری طیاروں کے فضائی حملے میں دو شہری شہید ہو گئے۔

یکم مارچ کو لوگر کے صوبائی دارالحکومت کے علاقے تختی شاہ میں افغان فورسز نے ایک شہری (فضل اکا) کو شہید کر دیا۔

2 مارچ کو صوبہ کابل کے ضلع پغمان کے علاقے برہ ارغندی میں افغان فورسز نے چھاپے کے دوران تین نہتے شہریوں جو ایک باپ اور اس کے دو بیٹے تھے، کو شہید کر دیا۔

3 مارچ کو صوبہ جوزجان کے ضلع آقچہ کے علاقے چہار جفت اور مرکز میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو عام شہری شہید ہو گئے۔

4 مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے بازار کے قریب سرکاری فوج کے فضائی حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔

5 مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع مقر کے بازار میں افغان فورسز نے عام شہریوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک ڈرائیور اور ایک خاتون شہید ہو گئیں۔

5 مارچ کو صوبہ قندھار کے ضلع پنجوائی کے علاقے ریگی میں افغان فورسز نے حفاظ کرام کی دستار بندی کی تقریب پر گولہ باری کی جس کے نتیجے میں 7 حفاظ کرام شہید اور زخمی ہو گئے۔

6 مارچ کو صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ کے علاقے زرگران مارکیٹ میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک دکاندار شہید ہوا۔

8 مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے منگل لگڈی میں افغان فورسز نے چھاپے کے دوران ایک معمر شخص کو شہید کر دیا اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچایا۔

8 مارچ کو صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم کے علاقے پادخواب میں افغان فورسز کے ہاتھوں ایک شہری شہید ہو گیا۔

8 مارچ کو صوبہ ہرات کے ضلع کشک کہنہ کے کشت بازار کے گاؤں بند امام میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔

9 مارچ کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے ہزگی میں قابض افواج کے ڈرون حملے میں 14 سالہ لڑکا شہید ہو گیا۔

10 مارچ کو صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ کے قریب سرخ گودر کے علاقے میں افغان فورسز کی فائرنگ سے 3 بچے شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔

10 مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے سرخ قلعہ میں افغان فورسز نے ایک شہری شہید کر دیا۔

11 مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے علاقے پیٹلوزازی میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

11 مارچ کو صوبہ قندھار کے ضلع ارغستان میں افغان فورسز ایک مکان میں گھس گئیں اور وہاں ایک شخص اور ایک عورت کو اپنے گھر میں شہید کر دیا اور ایک دوسرے شخص کو اپنے کھیت میں شہید کر دیا۔

11 مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے ٹنگ میں صفر دو نامی فوجیوں نے لوگوں کے گھروں پر چھاپہ مارا، متعدد افراد کو حراست میں لیا اور ایک دینی مدرسہ میں دس حفاظ کرام کو شہید کر دیا، زندہ بچ جانے والے بچے طلبہ نے کہا کہ جب افغان فورسز ہمارے مدرسہ میں داخل ہوئیں تو انہوں نے عمر کے لحاظ سے بڑے طلبہ کو کمروں سے نکالا اور ہمارے سامنے باری باری سب کو شہید کر دیا۔

12 مارچ کو سرکاری طیاروں نے صوبہ فاریاب کے ضلع المار میں سی ایچ سی تنظیم کے زیر انتظام چلنے والے ہسپتال پر بمباری کر کے اس میں تمام طبی ساز و سامان کو تباہ کر دیا، یہ اس علاقے میں تمام سہولتوں سے آراستہ واحد ہسپتال تھا۔

12 مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے لیونی بازار میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہوا۔

12 مارچ کو صوبہ بلخ کے ضلع شولگر کے علاقے باغ پہلوان میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید اور چار بچے زخمی ہو گئے۔

12 مارچ کو صوبہ زابل کے صدر مقام قلات میں نورک چیک پوسٹ سے فائر کیے گئے مارٹر حملے میں تین لڑکیاں شہید اور تین بچے زخمی ہو گئے۔

13 مارچ کو فراہ کے صوبائی دارالحکومت کے قریب دیسک کے علاقے میں پولیس اہلکاروں نے ایک ڈرائیور کو شہید کیا، علاوہ ازیں ضلع بالا بلوک کے علاقے کنسک میں بھی افغان فورسز نے ایک شہری کو شہید کر دیا۔

14 مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے علاقے پیٹلو میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک بوڑھا شخص شہید اور پانچ شہری زخمی ہو گئے۔

15 مارچ کو صوبہ جوزجان کے ضلع منگجک کے گاؤں ہر وال میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک نوجوان شہید ہو گیا۔

15 مارچ کو صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال کے علاقے آق مسجد میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہو گیا۔

16 مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے بازار میں سرکاری فوجیوں کی فائرنگ سے ایک خاتون اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

19مارچ کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے علاقے شہرودک میں سویلین گاڑی پر افغان فورسز کی فائرنگ کے نتیجے میں دو بچے شہید ہوگئے۔

19مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے سورڈاگ میں افغان فورسز نے شہریوں کے گھروں پر چھاپے کے دوران ایک اسکول کو تباہ اور متعدد مکانوں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا جس سے لوگوں کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان پہنچا۔

19مارچ کو افغان فورسز نے صوبہ روزگان کے صدر مقام ترین کوٹ کے علاقے پای ناوہ میں ایک معمر شخص کو اپنے کھیت میں شہید کردیا۔

19مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان کے علاقے چغاتک میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہوگئے۔

20مارچ کو صوبہ زابل کے ضلع شہرصفا کے علاقے خواجہ بابا میں کابل - قندھار قومی شاہراہ پر چیک پوسٹ کے اہلکاروں نے ایک ڈرائیور کو 50 افغانی ادانہ کرنے پر گولی مار کر شہید کردیا۔

20مارچ کو صوبہ زابل کے ضلع میزان کے علاقے تکیر میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

20مارچ کو صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ کے علاقے بادرو میں افغان فورسز نے قطب الدین نامی رکشہ چلانے والے کو شہید کردیا۔

21مارچ کو صوبہ تخار کے ضلع دشت قلعہ کے علاقے شاہ کھونہ میں سرکاری فوج کے فضائی حملے میں ایک شہری شہید اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔

22مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر کے علاقے سربند میں افغان فورسز نے چلتی کار پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ڈرائیور شہید اور 3 مسافر زخمی ہوگئے۔

22مارچ کو صوبہ قندھار کے ضلع ارغنداب کے علاقے مینار میں افغان فورسز کی گولہ باری سے دو گھروں کو نقصان پہنچا جس میں متعدد خواتین اور بچے شہید اور زخمی ہوئے، بعد ازاں مقامی لوگوں نے زخمیوں کو ہسپتال منتقل کرنا شروع کیا تو ان پھر بمباری کی گئی جس میں زخمیوں سمیت 9 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

22مارچ کو صوبہ خوست ضلع صبری کے علاقے مکتب بازار میں افغان فورسز نے مذکورہ بازار کی متعدد دکانوں کو تباہ اور چار شہریوں کو شہید کردیا۔

22مارچ کو افغان فورسز نے صوبہ لوگر کے ضلع چرخ کے سنگک بازار پر بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک شہری شہید اور سات دیگر زخمی ہوگئے۔

23مارچ کو صوبہ زابل کے صدر مقام قلات کے علاقے نورک میں افغان فورسز نے ایک ڈرائیور کو معاوضہ نہ دینے پر شہید کردیا۔

23مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع واشیر اور دارالحکومت لشکر گاہ کے علاقے باباجی شوراب میں میوند کور کے کمانڈر جنرل سمیع سادات کی سربراہی میں افغان فورسز نے شہریوں کے درجنوں گھروں کو مسمار کیا اور 25 شہریوں کو شہید اور زخمی کردیا، لوگوں نے اس اقدام کے خلاف احتجاج کیا اور ہرات قندھار شاہراہ کو بند کردیا گیا۔

24مارچ کو صوبہ خوست کے ضلع دوہ مندہ میں افغان فورسز نے سید خیل کے مشہور عالم دین مولوی گل آغا کو گرفتار کیا اور پھر اسے شہید کردیا۔

24مارچ کو صوبہ زابل کے ضلع سیوری میں سرکاری طیاروں نے بمباری کرکے CHC نامی ایک صحت کلینک تباہ کردیا جہاں عام شہریوں کا علاج کیا جارہا تھا۔

24مارچ کو صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے گاؤں تاجک میں سرکاری طیاروں کی بمباری میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔

24مارچ کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے مکتب بالا میں افغان فورسز کی فائرنگ سے تین شہری شہید ہوگئے۔

24مارچ کو صوبہ بادغیس کے ضلع مقر کے گاؤں ترکو میں افغان فورسز کے حملے میں ایک خاتون اور دو بچے شہید ہوگئے۔

27مارچ کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ افغان فورسز نے صوبہ خوست کے ضلع صبری میں عام شہریوں کے گھروں پر چھاپے مارے، عینی شاہدین کے مطابق اس چھاپے کے دوران دشمن کی کارروائی میں 19 عام شہری شہید اور زخمی ہوئے جن میں زیادہ تر خواتین اور بچے شامل تھے۔

28مارچ کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے سالار میں افغان فورسز نے عام شہریوں پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں ایک شخص شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

29مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے مہاجر بازار میں افغان فورسز نے شہریوں کے گھروں پر مارٹر حملہ کیا جس کے نتیجے میں پانچ شہری جو کہ بھائی تھے، شہید ہوگئے۔

29مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع بل چراغ کے علاقے گل تپہ میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک بچہ شہید ہوگیا۔

29مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے بازار میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

29مارچ کو صوبہ قندھار کے ضلع ارغنداب کے علاقے جوی لاہور کے رہائشی ملا یار محمد کی مسخ شدہ لاش برآمد ہوئی، موصوف کو ایک ماہ قبل افغان فورسز نے اپنے گھر سے اغوا کیا تھا۔

30مارچ کو صوبہ روزگان کے صدر مقام ترین کوٹ کے علاقے ناوہ میں ملنگ چوکی کے اہلکاروں نے دو شہریوں کو شہید کردیا۔

30مارچ کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام کے علاقے چیلکک میں افغان فورسز نے ایک کسان جو اپنے کھیت کو سیراب کررہا تھا، شہید کردیا۔

30مارچ کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع بند چک کے علاقے شاہ قلندر بازار میں افغان فورسز نے انبوخک ہائی اسکول کے استاد نوالرحمن کو شہید کردیا۔

30مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

31مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع واشیر کے علاقے شرنک میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک بچہ شہید ہوگیا۔

31مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک کے ظریف خیل، ناور اور میز غونڈی کے علاقوں میں افغان فورسز کی گولہ باری سے خواتین اور بچوں سمیت 10 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

ذرائع: [بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسی، افغان ویب سائٹ، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیاء اور بینوا ویب سائٹس]

***

مارچ 2021 کے مہینے میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	139				192	136	52	4	6	1
2-	ہلمند	255				202	492	51	11	37	1
3-	زابل	57				82	28	17	3	5	0
4-	روزگان	36				63	5	5	0	4	0
5-	ہرات	108				148	92	21	12	15	1
6-	فراہ	28				36	16	5	0	3	0
7-	بادغیس	47				47	58	16	3	5	0
8-	نیمروز	26				32	29	15	4	2	0
9-	غور	14				14	13	1	2	3	0
10-	فاریاب	57				55	63	12	2	6	0
11-	کونڑ	23				8	21	1	0	0	0
12-	نورستان	4				2	4	0	0	0	0
13-	غزنی	54				80	39	7	0	0	0
14-	خوست	36				57	54	12	0	0	0
15-	میدان وردگ	80				66	28	8	0	0	0
16-	لوگر	59				107	47	16	0	0	0
17-	کاپیسا	27				54	37	8	0	0	0
18-	پکتیا	57				57	47	7	0	0	0
19-	پکتیکا	13				15	3	1	0	0	0
20-	ننگرہار	84				172	106	14	0	0	0
21-	لغمان	20				38	37	22	0	0	0
22-	کابل	11				4	17	3	0	0	0
23-	پروان	4				4	2	3	0	0	0
24-	قندوز	41				94	76	8	0	0	0
25-	بغلان	32				41	54	25	0	0	0
26-	تخار	8				29	12	0	0	0	0
27-	سمنگان	2				9	4	0	0	0	0
28-	بدخشان	13				22	30	3	0	0	0
29-	جوزجان	9				20	15	2	0	0	0
30-	بلخ	65				155	82	16	0	0	0
31-	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
32-	سرپل	17				17	19	7	0	0	0
33-	دایکنڈی	11				13	12	2	0	0	0
34-	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		1437	0	0	0	1935	1678	360	41	86	3

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

افغانستان سے بیرونی قوتوں کے انخلا کے بعد امارتِ اسلامیہ چاہتی ہے کہ ایک خالص اسلامی نظام کے سائے تلے ملک کی تعمیرِ نو اور ترقی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ بیت المال کا پوری احتیاط اور امانت داری سے استعمال ہو۔ تباہ حال وطن کی بنیادوں کے احیاء کے لیے بہترین منصوبے سامنے لائے جائے۔ ملک کے اعلی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے عالمی سرمایہ کاری کے لیے ماحول سازگار کیا جائے۔ تاکہ ہمارا تباہ حال وطن تعمیرِ نو اور ہمہ پہلو ترقی کی جانب مضبوط قدم اٹھا سکے۔ ہماری معیشت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے۔ شہر اور دیہات آباد ہو جائے۔ ہم وطن شہریوں کو روزگار کے مواقع میسر آئے۔ غربت، تنگ دستی، غریب الوطنی اور بیرون ممالک کی مشکلات اٹھانے سے بچ جائے۔ اسلامی شرعی نظام کے سائے تلے روشن، خوشحال اور بے احتیاجانہ زندگی گذاریں۔ سعادت سے بہرہ مند اور امن کی فضا میں سکون کا سانس لے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

بیرونی قوتیں افغانستان سے نکل جائیں، اسلامی نظام نافذ ہو، مسئلہ حل ہے۔ ہم پر یہ الزام غلط ہے
کہ ہم تشدد کے حامی ہیں، ہم اپنی دفاع اور اپنے اقدار کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نعیم